مکتوباتِ مولوی عبدالحق بہ نام سیّد ہاشمی فرید آبادی

ترتیب و حواشی: تحسین فراقی

ABSTRACT:

Moulvi Abdul Haq (1870-1961) was one of the greatest lovers of Urdu literature who continuously strived for the survival and evaluation of Urdu language, throughout his life. One of his most considerable and endorsable attributes is letter writing. He wrote hundreds of letters to his fellows, prominent scholars and political personalities. Here, twenty three unpublished letters of Moulvi Abdul Haq are being produced. These letters are written to one of his nearest friends Syed Hashami Fareed Abadi. The letters comprise of some important details relating to the life of Moulvi Abdul Haq and "Anjuman-e-Tarraqi-e-Urdu". These letters have not been included in any other book containing his letters or biographical details. These letters also illuminate the ups and downs of the educational and cultural history of Pakistan. Keeeping in view the importance of these letters, their text, including annotation, along with images are being presented in this article.

Keywords: Sayyed Hashmmi Fareed abadi, Anjuman-e-Taraqqi-e-Urdu, Mr. Fazal-ur-Rehman, Fakhar Din Nizami, *Urdu-e-Musaffa*, M. Ayub Khan, Mian Mushtaq Ahmad Gurmani.

مولوی عبدالحق (۱۸۷۰-۱۹۶۱ء) اُردو ادب کے ان اکابر میں تھے جو تمام عمر اُردو کی ترویج و اشاعت اور اس کی بقا اور ارتقا کے لیے سر تا پا کوشاں رہے۔ ان کی زندگی مسلسل جدوجہد، استقامت، پامردی، تحرک اور سخت کوشی سے عبارت تھی۔ ان کے دم سے متعدد اہم

قلمی نسخوں نے حیاتِ نو پائی۔ اُنھوں نے تحقیق و تدقیق کے نئے رستے کھولے۔ انجمن ترقی اُردو ان کی کوششوں کے دم سے ایک زندہ ادارہ بنی۔ اُنھوں نے سرسیّد اور حالی جیسے اکابر سے فیض حاصل کیا اور پھر آنے والی نسلوں کو منتقل کیا۔ حق یہ ہے کہ انھیں اُردو کے نامور محسنوں میں شمار کرنا چاہیے۔ مَیں نے انھیں ایک جگہ اُردو کی جوئے شیر کا فرہاد لکھا ہے۔

مولوی صاحب کی ایک قابلِ قدر جہت ان کی مکتوب نگاری ہے۔ اُنھوں نے اپنے رفقا، معاصرین اور ممتاز علمی و سیاسی شخصیات کو سیکڑوں خطوط لکھے جو کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ وہ خط کا فوری جواب دینا فرضِ عین سمجھتے تھے۔ ان کے خطوط ان کے بے تکلف طرزِ زیست اور برجستہ اسلوبِ تحریر کے مظہر ہیں۔ گو کہ ان کے مکاتیب کے متعدد مجموعے شائع ہو چکے جن میں اُردوے مصفّٰی (۱۹۶۱ء) اور مکاتیبِ عبدالحق (۱۹۶۳ء) خصوصیت سے لائقِ ذکر ہیں، مگر ان کے خطوط کی ایک خاصی بڑی تعداد اب بھی محتاجِ اشاعت ہے۔ اَے کاش کوئی روشن نگاہ اور دردمند محقق اور مدوِّن ان کے مدوَّن، غیرمدوَّن اور غیرمطبوعہ مکاتیب یکجا کر دے۔ اُمید ہے کہ یوں کلیاتِ مکاتیبِ عبدالحق کی متعدد جلدیں تیار ہو کر شائع ہو جائیں گی۔ یقین ہے کہ عبدالحق شناسی میں یہ ایک بڑی خدمت محسوب ہوگی اور اس سے تحقیق کے نئے در وا ہوں گے۔

ذیل میں مولوی عبدالحق کے تیئیس خطوط (بائیس کلیتہً غیرمطبوعہ اور ایک جزواً غیرمطبوعہ) مختصر حواشی کے ساتھ شائع کیے جا رہے ہیں۔ یہ خطوط مولوی عبدالحق کے نہایت قریبی رفیق سیّد ہاشمی فرید آبادی کے نام ہیں۔ ہاشمی صاحب کے نام قبل ازیں مولوی صاحب کے تینتیس (۳۳) خطوط اُردوے مصفّٰی (مرتّبہ ابوتمیم فرید آبادی) میں شائع ہو چکے ہیں جو ۱۱/نومبر ۱۹۲۰ء سے ۲۷/اکتوبر ۱۹۵۲ء تک کے عرصے میں لکھے گئے۔ یہی خطوط بعد ازاں مکاتیبِ عبدالحق (مرتّبہ جلیل قدوائی) کا حصہ بنے۔ پیشِ نظر خطوط ۹/اکتوبر ۱۹۲۴ء سے ۴/مارچ ۱۹۶۱ء کے طویل عرصے کو محیط ہیں۔ اور ان میں بعض بے حد اہم ہیں۔ ان میں مولوی عبدالحق کی زندگی کی بعض ایسی اہم جزئیات محفوظ ہیں جو ''انجمن ترقی اُردو کا المیہ'' یا خود مولوی صاحب کی شخصیت کے باب میں ان کے دیگر مجموعہ ہائے مکاتیب یا ان پر لکھی گئی کتب میں نہیں آ سکیں۔

پیشِ نظر مکاتیب میں بعض مکتوبات بہت اہم اور دل چسپ ہیں مثلاً اس سلسلے کا پہلا اور دوسرا خط بڑے مزے کا ہے۔ ان سے مولوی صاحب کے ظریفانہ مزاج اور ان کی توانا حسِ مزاح کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ایسے دل چسپ اور برجستہ خطوط اُردو نصابات کا حصہ بننے چاہییں۔ مولوی صاحب سادہ، بے تکلف اور رواں نثر لکھتے تھے۔ ان کی تحریریں علمی نثر کا اچھا

نمونہ ہیں مگر ان کے مکاتیب کا تو رنگ ہی اور ہے اور بعض خط تو ''کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے'' جیسے مصرعے کے مصداق ہیں۔ ایسے خطوط میں مولوی صاحب ایک ممتاز صاحبِ اسلوب ادیب نظر آتے ہیں۔ یہی حال اور کئی خطوں کا ہے۔ پیش کردہ خطوط میں اور بھی دل چسپ اور برجستہ خط ہیں اور مولوی صاحب کی شگفتہ نگاری کے اچھے نمونے۔ آخری خط ایک اور حوالے سے اہم ہے۔ اس میں مولوی صاحب نے پہلی بار اُردو کی اوّلیں اور کم و بیش چھے سو برس پرانی مثنوی کدم رائو پدم راؤ کو متعارف کیا ہے اور چند شعر بھی بہ طور نمونہ شامل مکتوب کیے ہیں۔ اِنھیں اوّلیں خطوط پر ممتاز محقق و مورخِ ادب ڈاکٹر جمیل جالبی نے مثنویِ مذکور کی پوری عمارت کھڑی کی اور بڑے سلیقے سے۔

زیرِ نظر مکاتیب میں پاکستان کی علمی و ثقافتی تاریخ کے نشیب و فراز پر بھی کسی قدر روشنی پڑتی ہے اور مولوی عبدالحق کے معمولات اور اُردو کی ترویج و اشاعت اور قلمی نسخوں کے باب میں ان کی غیر معمولی مساعی اور تگ و تاز کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ ان خطوں کے مکتوب الیہ سیّد ہاشمی فرید آبادی (۱۸۹۱-۱۹۶۴ء) مولوی عبدالحق کے ان رفقا میں تھے جنھیں ان کا دستِ راست کہنا چاہیے۔ وہ انجمن کی پہلی باضابطہ مجلس نظما کے رُکن تھے۔ اُردو ادب کے ضمن میں ہاشمی صاحب کی خدمات بڑی قابلِ قدر ہیں۔ وہ اُردو کے ممتاز ادیب و مترجم تھے۔ ان کے والدین بھی علم و ادب سے گہری وابستگی رکھتے تھے۔ والدہ کا تعلق نوابانِ لوہارو سے تھا۔ ہاشمی صاحب کو مولوی صاحب سے بے حد تعلقِ خاطر تھا اور یہی صورت مولوی صاحب کی تھی۔ ہاشمی صاحب ابتداءً لاہور کے پیسہ اخبار میں ملازم ہوئے۔ مولوی صاحب کے ایما پر حصولِ علم کے لیے علیگڑھ کالج گئے۔ ایم اے او کالج کے چوتھے سال میں تھے کہ ایک ہنگامہ خیز انقلابی نظم ''لطف مرنے کا اگر چاہے تو چل بلقان چل'' لکھی اور کالج سے اخراج ہوا۔ یہ ۱۹۱۳ء کا واقعہ ہے۔ اس واقعے کے بعد ہاشمی حیدر آباد چلے گئے۔ اُنھوں نے اپنی زندگی کا طویل عرصہ حیدر آباد میں گزارا۔ وہاں ہوم سیکرٹری کے عہدے تک پہنچے۔ عثمانیہ یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا تو اس کے دارالترجمہ سے وابستہ ہو گئے۔ اس دوران تیں، پینتیس قابلِ قدر کتابیں تصنیف و تالیف کیں۔ وہ دارالترجمہ میں تاریخ کے مترجم کی حیثیت سے وابستہ رہے۔ حکومتِ حیدر آباد کی ملازمت سے سُبک دوش ہونے کے بعد مستقل طور پر انجمن ترقی اُردو سے منسلک ہو گئے۔ مولوی صاحب نے ایک عظیم الشان اُردو لغت کا جو منصوبہ ۱۹۳۰ء کے آس پاس بنایا تھا، ہاشمی صاحب اس کی مجلس کے بھی ممتاز رُکن رہے۔ افسوس لغت کا یہ منصوبہ ناتمام رہا۔ تقسیم کے بعد ہاشمی پاکستان آ گئے اور انجمن ترقی اُردو کراچی سے وابستہ رہے۔ ان کی تصانیف و تالیفات کی تعداد بیالیس کے قریب ہے۔ مولوی عبدالحق ان کی علمیت کے بڑے مداح تھے اور ان کے

سرپرست رہے۔ ہاشمی صاحب کی بعض کتابیں مثلاً تاریخِ ہند اور تاریخِ دکن مدتوں حیدر آباد کے مدارس میں بہ طور نصاب پڑھائی جاتی رہیں۔ مولوی عبدالحق ان کی تصنیف تاریخِ ہند کو اُردو کے طالب علموں کے لیے واحد مستند تاریخ قرار دیا کرتے تھے۔

ذیل میں ہاشمی فرید آبادی کے نام مولوی صاحب کے مذکورہ بالا خطوط کا متن مع حواشی (اور متعدد عکسی نقول کے ساتھ) پیشِ خدمت ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اصل خطوط میں غالباً ہاشمی صاحب نے بعض ناموں پر کسی مصلحت کے باعث کانٹے X کا نشان لگا دیا تھا۔ مَیں نے ان محذوفات کو بحال رکھا ہے کیونکہ اتنا عرصہ بیت جانے کے باعث ''خوفِ فسادِ خلق'' کا اندیشہ نہیں رہا۔ یہ واضح کر دینا بھی بے محل نہ ہوگا کہ یہ خطوط مجھے اورینٹل کالج کے شعبۂ اُردو کی طالبہ محترمہ تابانہ تنزیلہ نے مدتوں پہلے مرحمت کیے تھے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ سیّد ہاشمی فرید آبادی---احوال و آثار کے زیرِعنوان ۱۹۸۷ء میں ایم۔اے اُردو کے لیے تحقیقی مقالہ لکھ چکی تھیں۔ ہاشمی فرید آبادی کے سلسلے میں میری مندرجہ بالا معروضات کا ایک ماخذ یہی مقالہ ہے۔

پیشِ نظر مکتوبات محترمہ کے شکریے کے ساتھ اور ڈاکٹر زاہد منیر عامر کی تشویق پر شائع کیے جا رہے ہیں۔ حواشی میں دی گئی بعض معلومات جناب منیر احمد سلیچ کی سوانحی کتابوں سے اخذ کی گئیں۔

[مرتب]

—(۱)—

۹/اکتوبر ۲۴ء

عزیزی سلمہٗ، تمھیں اس سے غالباً حیرت نہ ہوگی کہ میں راپچُور[1] سے تمھیں خط لکھ رہا ہوں۔ اور آج کل خان ''سیادت نشاں'' کا مہمان ہوں۔ سیادت نشان کے معنی شاید تم نہ سمجھے ہو۔ یہ سیّد سے نہیں سادہ سے ہے۔ اُن کی امنڈتی ہوئی محبت اور چھلکتی ہوئی سادگی کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب یہ کچھ دنوں کے بعد ملتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ دریا کی موجیں ساحل سے ہاتھا پائی کر رہی ہیں۔ اُن کے خلوص ومحبت کی عجیب ادائیں اور اُن کی سادگی اور عقیدت کی انوکھی حرکتیں دیکھ کر مجھے یقین ہوتا جاتا ہے کہ یہ بزرگانِ متاخرین ہی کی نہیں بلکہ بزرگانِ متقدمین کی سچی یادگار ہیں۔ اس بامہر اور بے ریا عزیز کو دیکھ کر اپنے مورثانِ اعلیٰ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھچ جاتا ہے جبکہ وہ گھنے جنگلوں میں تناور درختوں سے ٹکراتے، چٹانوں اور نالوں کو پھاندتے، اپنے ہم گلّہ یاروں سے کلیلیں کرتے ہوں گے۔ کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر دھوپ تاپتے ہوں گے، کبھی میدانوں میں شکار کے پیچھے بے تحاشا دوڑتے ہوں گے اور کبھی چاندنی رات میں اُچھلتے کودتے اور آپس میں گا وزوریاں کرتے ہوں گے۔ یہ بھی

کیا زمانہ ہوگا۔ اگر خان صاحب کو ملازمت کے بکھیڑوں اور موجودہ تہذیب کی کھکھیڑ سے آزاد کر دیا جائے تو یہ پرانی وضع داریاں پھر قائم کر دیں گے اور آدم کے سچے سپوت نکلیں گے۔ ان میں جو تم کو بعض بے جوڑ باتیں نظر آتی ہیں یہ دراصل عارضی مجبوریاں ہیں جو اصلی جوہر کا زنگ ہیں اور نامناسب صحبت نے پیدا کر دیا ہے۔ ورنہ یہ حقیقت میں حضرت آدم کے لاڈلے صاحبزادے ہیں۔ جتنا میں اُن سے زیادہ ملتا ہوں مجھے اپنے سے شرم اور دوسروں سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ ان کی صحبت زمانۂ حال کے روگوں کا صحیح علاج ہے۔ مَیں اُن کے پاس اس طرح آتا ہوں جیسے لوگ دور دور سے حکیم محمود خاں کے پاس آتے تھے۔ مجھے اُن کے پاس رہ کر جو خوشی ہوتی ہے اس کا اندازہ نہ خود مجھے ہے اور نہ اُنھیں۔

میں یہاں دوبارہ کتابوں کی تلاش میں آیا ہوں اور جس محبت اور دل سے خاں صاحب نے مجھے اس میں مدد دی ہے اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ مجھ سے زیادہ انھیں انہماک ہے۔ جو کتاب آتی ہے اسے وہ اس قدر غور اور شوق سے دیکھتے ہیں گویا یہ انھیں کے لیے ہے اور اس کی انھیں سالہا سال سے تلاش تھی۔ اور لطف یہ ہے کہ مصنف کی تحقیق اور زمانہ کی دریافت میں انھیں مجھ سے اکثر اتفاق ہوتا ہے۔ معلوم نہیں تحقیق کی بنا پر یا محبت کی وجہ سے۔ کل میں یہاں سے ایک قصبے کو جا رہا ہوں۔ وہاں مشائخوں کا ایک خاندان ہے جن کے ہاں قدیم کتابوں کا بہت اچھا ذخیرہ ہے مگر وہ عہدہ داروں کو دکھاتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ کہیں غصب نہ کر لیں اور ان کا خیال ایک حد تک ٹھیک بھی ہے۔ ہمارے ہاں کے عہدہ دار بڑے بے درد ہوتے ہیں۔ پچھلی دفعہ جب ہم اُن کے ہاں گئے تھے تو کچھ کتابیں اُنھوں نے دکھائی تھیں۔ مگر بہت سا حصہ چھپا لیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ دوبارہ جب آؤں گا تو وہ بھی دکھا دیں گے۔ اب دیکھیے وہ کتابیں دیکھنی نصیب ہوتی ہیں یا نہیں۔

خان صاحب نے اب کے کئی مؤکّل مقرر کر دیے ہیں کہ جہاں جہاں قدیم دکنی کتابوں کا پتہ [پتا] ملے وہ جا کر تلاش کریں۔ ان کی کوشش وسعی کا میں بہت ممنون ہوں۔ وہاں سے تین دن کے بعد واپس ہوں گے اور پھر دوسری جگہ جائیں گے۔ اس کے بعد جمعہ تک میں اورنگ آباد واپس چلا جاؤں گا۔

حیدر آباد کی خبروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں طاعون روز بروز بڑھتا جاتا ہے اور ہزار ہا آدمی باہر چلے گئے ہیں۔ اگر یہی حال رہا تو تعجب نہیں کہ مدارس و دفاتر بند ہو جائیں۔ تم نے یہ نہیں لکھا کہ تمھارے محلے کا کیا حال ہے۔ حکیم صاحب ابھی تک حبشی گوڑہ ہی میں ہیں یا واپس آ گئے۔ اپنے اور اُن کے حالات سے جلد جلد اطلاع دیتے رہو۔

عبدالحق

خاں[۲] صاحب بہت بہت سلام کہتے ہیں۔ ان کی بہت تمنا ہے کہ کبھی تم بھی راپچور آؤ۔

۹ر اکتوبر ۱۹۴۷ء

عزیزی سلمہٗ۔ تمہیں اس سے غالباً حیرت ہوگی

کہ میں دوسرے سے تمہیں خط لکھوا رہا ہوں۔

اور آج کل خان "سیاست نشاں" کا مہمان ہوں۔

سیاست نشاں کا معنی شاید تم نہ سمجھے ہو۔ یہ

مسجد سے نسبت دی ہے۔ اس کی امنگ تھی

ہوں محبت اور جھلکتی ہوئی دل کی آواز

اس وقت سنائی جب کہ کچھ دنوں کا بعد ملے ہیں

یہ معلوم ہوا کہ دریا کی موج سے مل رہے تھا ہی

(۲)

کر رہی ہیں۔ اُن کا خلوص، محبت کی عجب ادائیں
اور اُن کی سادگی اور عقیدت کی انوکھی ترکیب
دیکھ کر مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ بزرگانِ شاعریں
ہی کی ان کی نسبت بلکہ بزرگانِ متقدمین کی سچی
یادگار ہیں۔ اس کا مہر اور نے رایا عزیز کو دیکھ کر
اپنے موڑ اک اعلیٰ کا لطف آنکھوں کے سامنے کھنچ
جاتا ہے جب وہ گھنے جنگلوں میں تمام دن درختوں
سے ٹکراتے، چٹانوں اور نالوں کو پھاندتے
اپنے ہم گلہ یاروں سے کلیلیں کرتے ہوئے۔
کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر دھوپ تاپتے ہوئے
کبھی میدانوں میں شکار کے پیچھے نکے تلاش دوڑتے
ہوئے اور کبھی چاندنی رات میں اچھلتے کودتے
اور آپس میں گاؤ زوریاں کرتے ہوں گے۔ یہ بھی کی

(۴)

زمانہ لگا۔ اگر خان صاحب کو ملازمت کی بکھیڑوں
اور موجودہ تہذیب کی کھکیڑ سے آزاد کر دیا
جائے تو یہ بھولی وضع داری کو پھر قائم
کر دیں گے اور آدم کے بچے سپوت نکلیں گے۔
ان میں جو تم کو بعض بے جوڑ باتیں نظر آتی ہیں
یہ دراصل عارضی مجبوریاں ہیں جو اصلی جوہر
کا زنگ ہیں اور نامناسب صحبت کے پیدا
کیے ہوئے ہیں ورنہ یہ حقیقت میں حضرت آدم
کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ جتنا میں ان سے
زیادہ ملتا ہوں مجھے اپنے سے شرم اور ہم وطنوں سے
نفرت ہونے لگتی ہے۔ ان کی صحبت زمانۂ حال
کے روگوں کا صحیح علاج ہے۔ میں ان کے پاس
اس طرح آتا ہوں جیسے لوگ دور دور سے حکیم

محفوظ ل کے پاس آتے تھے - مجھے اُن کے پاس
لے کر جو خوشی ہوتی ہے اس کا اندازہ نہ تو مجھے
اور نہ انہیں -

یہ پہلی دو بارہ کی بات بن کی نلاش کری
آتے ہیں اور جس محبت اور دل کا ماننے
مجھے اکثر مردوں کا اس کا تکیہ ادا کرتی ہیں.
مجھے زیادہ انہیں انہماک ہے جو ان کی آتی ہے
زبے دو اسقدر غور اور شوق سے دیکھنے ہی گیا
یہ انہیں کا لیے ہیں اور اس کی انہیں سے پیار ہے
بیدار کی تھی اور لطف یہ ہے کہ مصنف کی تحقیق
اور زمانہ کا دریافت ہی انہیں مجھے اکثر الفاظ
تو تھا ہے معلوم نہیں تحقیق کا بتا ہے یا
محبت کی وجہ سے - کل تمام پیار سے ایک

(۵)

قصبے کو جا رہا ہوں۔ وہاں کے شخص کا ایک
ضعیف [illegible] ہے جس کا وہاں قدیم سے لوگوں کا بہت لحاظ
ذخیرہ ہے مگر وہ کسی کو دکھاتے نہیں
ڈرتے ہیں کہ کہیں غصب نہ کر لیں اور
ان کا خیال ایک حد تک ٹھیک بھی ہے
یہاں کے کسبہ دار بڑے چور ہوتے ہیں۔
پچھلی دفعہ جب ہم اُن کے ہاں گئے تھے تو
کچھ کتابیں انہوں نے دکھائی تھیں مگر
بہت سی چھپا لی تھیں اور دیمک لگی تھی
کہ دوبارہ جب آؤں گا تو وہ کچھ دکھا دیں گے۔
اب دیکھیے وہ کتابیں دکھاتے ہیں
یا نہیں۔

(۶)

خاں صاحب نے اب کی نئی مہم شروع کردی ہے

کہ جہاں جہاں مسلم آبادی کی کثرت کا پتہ چلے وہ

جا کر تبلیغ کریں - ان کی کوشش دیکھنے کی

جی بہت مشغول ہیں - وہاں سے تین دن کا

لیے دو ہی بس گئے اور پھر دو گھنٹے جا پائیں گے

اس کا یہ مطلب ہے اور ایک آدھ دوسرا

چندہ چاہیئے -

حیدرآباد کا جلسہ ہے مسلم شباب کے

وہاں کے لوگوں روز بروز بڑھتا جاتا ہے اور

ہزاروں آدمی باہر سے آگئے ہیں اگر یہی حال رہا

تو تعجب نہیں کہ سلطنت دو ماتر ہوجائیں۔
تم نے یہ ٹھیک لکھا کہ ہمارے سچ کا پایا گیا ہے۔
حکیم صاحب الٰہ آباد جیسی کوٹھی ہی میں ہیں
یا واپس آگئے ہیں۔ اپنے اور ان کے
حالات سے جلد جلد اطلاع دیتے رہو۔

عبدالحق

اماں جان بہت بہت سلام کہتی ہیں۔ ان کی
بہت تمنا ہے کہ کبھی تم بھی لوٹ کر آؤ۔

—(۲)—

یکم مئی ۷۲ء

عزیزی سلمہ۔ تمھارا خط پہنچا۔ نظم بھی ملی۔ خوب ہے اور بہت خوب ہے۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص لوگوں کی دعوتیں بھی کھا جائے گا۔ مبارک بادیاں بھی سُن لے گا۔ نظموں [؟] کا بھی حظ اُٹھالے گا۔ لیکن حج کو نہیں جائے گا جو [محکمہ] فنانس کے شیرے میں لت پت ہو وہ وہاں جا چکا۔

جو دل قمار خانے میں بت سے لگا چکے
وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے[۳]

اور گیا بھی تو کیا، دل تو اس کا یہیں اٹکا رہے گا۔ مگر اس خیال سے خوش ہے کہ حج کو جا رہا ہوں۔ اور یہ بھی سمجھتا ہے کہ اس خلوص اور نیاز اور عزم کے ساتھ اب تک کوئی نہ گیا ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بستی یا ان کے خاندان میں یہ پہلا شخص ہے جس نے حج کا ارادہ کیا ہے۔ (ابھی اس ارادے کے پورا ہونے میں شبہ ہے) اور اس لیے اس کے دل میں عجیب و غریب اور انوکھے خیالات اور جذبات پیدا ہو رہے ہیں۔ اسے اس کا خیال ہی نہیں آتا کہ ہزاروں بے کس گمنام جنھیں نہ کوئی دعوت دینے والا ہے اور نہ مبارک بادیں سنانے والا، محض توکل کرتے جا رہے ہیں۔ اور ان کے دل میں کہیں زیادہ خلوص و عجز ہے۔ اس کا عجز دیکھنے والے موجود ہیں اور اسی لیے یہ اور دکھاتا ہے مگر ان کا عجز ہم میں سے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ رسوم کے ادا کرنے میں جو مزہ ہے وہ حقیقت کے ادا کرنے میں نہیں اور شاید اولیاء و انبیاء نے اسی وجہ سے ہر جگہ رسوم کو لگا رکھا ہے۔

میں یزدانی صاحب کی دعوت کا قائل نہیں۔ پہلے کبھی اُنھوں نے فخر الدین سے یہ خلوص ظاہر نہ کیا بلکہ اس کے نام سے ناک چڑھاتے تھے۔ سمجھے بھی یہ کیا ہے، وہی پرانی بات ''**لالحب علی بل بغض معاویه**''۔ یہ محبت، یہ خلوص پیار محض حیدری کے توڑ پر ہے جو آج کل معتوبِ بارگاہِ یزدانی ہے۔

پرسوں ترسوں کا ایک واقعہ سنو۔ آج کل میرا دستور ہے کہ صبح اُٹھتے ہی نہار منہ موسم بی یا سنترے کا عرق آدھا پون گلاس پی لیتا ہوں اور پہاڑیوں پر پھرنے اور سیر کرنے کے لیے چلا جاتا ہوں۔ گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد واپس آتا ہوں۔ واپس آتے ہی فوراً نہاتا ہوں۔ ایک روز غسل خانے سے نکلا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ برآمدے میں ایک بے ڈول گنوار سا بیٹھا ہے۔ تمھیں معلوم ہے کہ یہاں صبح کو جو کوئی مجھے ملنے آتا ہے تو میرے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ میں چیں بہ جبیں سیدھا اس کی طرف بڑھا چلا گیا، وہ بھی اُٹھا مگر نہایت بے ڈھنگے پن سے۔ اس وقت عینک تھی نہیں، قریب جانے پر بھی نہ پہچان سکا۔ البتہ یہ معلوم ہوا کہ اس گنوار کو کہیں دیکھا ضرور ہے۔ پوچھا کہ آپ کون ہیں، کیوں آئے ہیں؟ مگر کہتے ہی معاً خیال آیا کہ یہ قاضی رطلبوق ہیں۔ پہچاننے کے بعد اور بھی غصہ آیا کہ یہ یہاں کیوں نازل ہوا ہے۔ دو تین ٹیڑھی ٹیڑھی باتیں کر کے انھیں ناشتہ کرایا اور وہ صدر مہتمم کے پاس ٹریننگ [؟] کی کوشش کے لیے تشریف لے گئے۔ ایک خط مجھ سے بھی سیّد محی الدین کے نام لے گئے ہیں۔ خدا

جانے میں نے اس میں کیا لکھ دیا ہے۔ منظور کے خاندان میں شادیوں کی عجب حالت ہے۔ خود ان لوگوں نے اپنی شادیاں عجیب و غریب خانوادوں میں کی ہیں اور دوسرے عزیز اقربا کو بھی اسی آفت میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ بھلا یہ جو ہوڈل[۴] کے گنوار کو پکڑ لائے ہیں اور اب اس کی خاطر ہم سب کا ناک میں دم کر رکھا ہے یہ کونسی شرافت ہے۔ یہ شخص کسی صورت سے بھی ایک قابل نہیں کہ سررشتہ تعلیمات میں رکھا جائے۔ میری رائے میں اسے پولیس کے سررشتہ میں ملازم رکھ دینا چاہیے۔ وہاں ایک ہی مہینے میں اپنی حماقت سے موقوف ہو جائے گا اور ہم روزمرہ کی مصیبت سے بچ جائیں گے۔ میں ایمان سے کہتا ہوں کہ اس کے لیے بھیڑیں چرانے سے بہتر کوئی کام نہیں... دن کو بھیڑیں چرائے اور رات کو اُن کی اون سے کمبل بُنے۔ بہت خوش رہے گا۔ ہم بھی خوش رہیں گے۔ اس کی جورو بھی خوش رہے اور خدا و رسول بھی خوش رہیں گے۔ تم کیوں اس لمبے مرزا (مقصود) کو یہ صلاح نہیں دیتے۔ یہ کام کر دو میں تمھارا بہت ممنون ہوں گا۔ اچھا تمھیں کہو کہ کوئی اس کی سفارش کس بنا پر کرے۔ اس قسم کی سفارشوں اور ایسے بلّلوں[۵] کے نوکر رکھانے ہی سے تو ہم لوگ بدنام ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

یہ خط بہت لمبا ہو گیا ہے۔ بہت دنوں سے لمبے لمبے خط لکھنے میں نے چھوڑ دیے ہیں۔ لیکن آج کل یہاں امتحان ہو رہا ہے۔ میں صدر نگران ہوں، اس لیے فرصت مل گئی تو یہ خط لکھ ڈالا۔ یہ کام بھی بہت ہی نامعقول ہے۔ ایک شخص دیوانہ وار بیٹھا، بیسیوں مصروف اور بھلے آدمیوں کو گھور رہا ہے۔ یہ بھی کوئی کام ہے۔

معدہ میرا خراب ہو گیا ہے۔ دکھاؤں کسے؟ یہاں کون ہے؟ جتنے ڈاکٹر ہیں نامعقول اور جتنے حکیم ہیں فضول۔ حکیموں پر سے تو بالکل اعتقاد اُٹھ گیا ہے۔ یہ لوگ اندھیرے میں نشانہ لگاتے ہیں۔

سنا ہے حیدر آباد میں کچھ ترشح ہوا۔ یہ بھی سنا ہے صدیق حسن[۶] کا معاملہ زیرِ تحقیق ہے۔

عبدالحق

[redacted]

یکم مئی ۷۲

عزیزی سعید — تمھارا خط پہنچا — نظم بھی ملی — خوب ہے اور بہت خوب ہے

مجھے تو اب معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص لوگوں کی محبتیں بھی لے جائیگا، مبارک ہاں

بھی بس لیگا، لفظوں کا بھی حظ اٹھائیگا، لیکن جو کو نہیں پائیگا.. جو

(فنانس) دفتر یہی لت پت ہو کے وہاں جا پہنچا — مجھے...

جو دل تمھارا خانے میں بت لے اُگا چکے

وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے

اور گیا بھی تو کیا، دل تو اسی جگہ اُلجھا رہیگا۔ مگر اس خیال کو خوش سے

کہ جو کو جا رہے ہوں اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اس خلوص اور نیاز اور عزم کا

... تھے ایک دن نکل گیا ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی لگتی یا ان کا خانقاہ ہے

پہلا شخص ہے جس نے حج کا ارادہ کیا ہے (ابھی اس ارادے کے پورا ہونے میں شبہ ہے) اور اس کے
اس کے دل میں عجیب و غریب اور انوکھے خیالات اور جذبات پیدا ہو رہے ہیں۔
ہے اسے کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں حاجیوں نے کوئی دعوت دینے والا
اور مبارکبادیں سنا رہا ہے ۴ تحفے تحائف تیار کر رہا ہے اور اس کے دل میں کہیں زیادہ
خلوص و عجز ہے۔ اس کا عجز دیکھنے کے قابل ہے اور اس کا شوق اور ولولہ بھی
مگر اس کا عجز ہم میں سے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ رسم کو ادا کرنے
میں جو مزہ ہے وہ حقیقت کو ادا کرنے میں نہیں اور شاید اولیا و انبیا نے اسی وجہ سے
ہر جگہ رسم کو ٹھکرا رکھا ہے۔
میں (یزدانی) آپ کی دعوت کا قائل نہیں۔ پہلے بھی انھوں نے
(فخرالدین) نے یہ خلوص ظاہر نہ کیا بلکہ اس کا نام لے کر بال چڑھاتے تھے۔
سمجھ بھی یہ پایا ہے صرف ہوائی بات۔ ۴ حب علی بل بغض معاویہ۔ یہ محبت
یہ خلوص پیار محض (حیدر) کا تو ڈھونگ ہے (جو آج کل منسوب ہاشمی نادانی
یزدانی ہے)۔

پرسوں ترسوں کا ایک واقعہ سنو ۔ آج کل میرا دستور ہے کہ صبح اٹھتے ہی
نہار منہ موسم بہار ہو تو سنترے کا عرق آدھا پون گلاس پی لیتا ہوں اور
پہاڑیوں پر پھرنے اور سیر کرنے کے لئے چلا جاتا ہوں ۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ
کے بعد واپس آتا ہوں ۔ واپس آتے ہی فوراً نہاتا ہوں ۔ ابھی غسل خانے سے
نکلا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ برآمدے میں ایک بیڈول گنوار بیٹھا ہے
تمھیں معلوم ہے کہ یہاں صبح کو جو لوگ مجھ سے ملنے آتا ہے تو میرے تن بدن میں
آگ لگ جاتی ہے ۔ چیں بجبیں سیدھا اس کی طرف بڑھا چلا گیا وہ بھی اٹھا ۔
مگر کہاں بیٹھ کر دھکا پہنچے ۔ اور جسے عینک تھی نہیں ، قریب جانے پر بھی
نہ پہچان سکا ۔ اتنا معلوم ہوتا کہ اس گنوار کو کہیں دیکھا ضرور ہے ۔
پوچھا کہ آپ کون ہیں کیوں آئے ہیں ؟ مگر کہتے ہی معاً خیال آیا
کہ یہ قاضی رلطبوق ہیں ۔ پہچاننے کے بعد اور بھی غصہ آیا کہ یہ
یہاں کیوں نازل ہوئے ۔ وہ تیری بڑی بڑی باتیں کر کے الٹے ناشتہ کیا

اور وہ صدر مہتمم صاحب دہلی ٹرنک کی کونسل کے لئے کر لئے گئے۔ ایک
وہ مجھے بھی سید محی الدین کا نام لے گئے ہیں۔ صفدر کے بیٹے اگر ہیں [illegible] لکھو دیا
ہم حرکوزہ خاندان میں شادیوں کی عجب حالت ہے۔ صفدر ان لوگوں نے اپنی شادیاں عجب طرح
خاندان میں کی ہیں اور دوسرے عزیز و اقربا کو بھی اس آفت میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں
عجلت سے دل کو گنوار کو پکڑ لائے ہیں اور اب اس کی خاطر ہم سب کی ناک میں
دم کر رکھا ہے۔ یہ کوئی شرافت ہے؟ یہ شخص کسی صورت سے بھی اس قابل
نہیں کہ رشتہ لینے میں رکھا جائے۔ میرے نزدیک آپ پولیس کو رشتہ میں
ملازم رکھ دینا چاہئے۔ وہاں ایک ہی مہینے میں اپنی حماقت سے موقوف ہو گا
اور ہم روز مرہ کی مصیبت سے بچ جائیں گے۔ میں ایمان سے کہتا ہوں کہ اس کے
بھیڑیں چرانے سے بہتر کوئی کام نہیں اور اس میں عجب کمال ہے۔ انہیں
یہ کام کیا ہے۔ دن کو بھیڑیں چرائیں اور رات کو ان کی اون سے
کمبل بنے۔ بہت خوش رہے گا، ہم بھی خوش رہیں گے، اس کی جورو بھی
خوش رہے اور خدا و رسول بھی خوش رہیں گے۔ تم کیوں الجھے

مرزا (مستقیم) [illegible] صلاح نہیں دیتے۔ [illegible] کام آدمی

ہی سمجھا جائے بہت مضمون ہوں گا۔ اچھا تمھیں کہو کہ کون اس کی سفارش

کس بنا پر کرے۔ اس قسم کی سفارشوں اور ایسے بلاؤں کا ذکر اگر کیا جائے

تو ہم لوگ بدنام ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

یہ خط بہت لمبا ہو گیا ہے۔ بہت دنوں سے لمبے لمبے خط لکھنے ترک کر

چھوڑ دیے ہیں۔ ایک آدھ ماہ سے آپ امتحان ہو رہا ہے صدر ممتحن ہوں

اگر فرصت مل گئی تو یہ خط لکھ ڈالا۔ کام لیکن بہت ہی نامعقول

ایک شخص دیوانہ جلد بیٹھا بیسیوں معروف اور پہلے آدمیوں کو گھورتا ہے

یہ بھی کوئی کام ہے۔

معلوم ہوا غالب ہو گیا ہے۔ دکانوں کے ؟ آپ کون ہے

جتنے ڈاکٹر ہیں نامعقول اور جتنے حکیم ہیں فضول۔ حکیموں پر ہے تو

بالکل اعتقاد اٹھ گیا ہے۔ یہ لوگ اندھیرے میں تیر
لگاتے ہیں۔ شاید حیدرآباد میں کچھ تاریخ تھی۔ یہ کس نے لکھی؟
معاملہ زیرِ تحقیق ہے۔

عبدالحق

—(۳)—

۲۵ ستمبر سنہ ندارد

عزیز من سلمہ

خط پہنچا اور تاریخ کے متعلق وہ پرچہ بھی ملا جس میں ترمیم و تصحیح کی گئی۔ وہ میں نے عبدالعلی خاں [۷] کو دے دیا کہ کتابت کے وقت اس کا خاص طور پر خیال رکھیں۔ اور آخری پروف دیکھنے کے لیے تمھیں بھیجیں۔

حکیم احسن [۸] جھوٹا ہے۔ اس نے نہایت گستاخانہ خط مجھے لکھے۔ یہ خط ایک مسل میں بھی تھے جنھیں دیکھ کر فضلی صاحب [۹] بہت برہم ہوئے اور مجھ سے مسل لے گئے کہ میں باضابطہ کارروائی کروں گا۔ وہ مسل اُنھوں نے دبا لی ہے اور واپس نہیں کرتے۔ یہ ہیں ان کے کرتوت۔

حالات بہ دستور ہیں۔

خیر طلب
عبدالحق

—(۴)—

۹ جون ۱۹۴۹ء

عزیزم سلمہ

تمھارا خط پہنچا۔ جوابی پرچے تمھیں کو بھیجے جائیں گے۔ مگر یہ لوگ جلدی کو پسند نہیں کرتے۔ آہستہ آہستہ شریفانہ طور پر کام کرتے ہیں۔ یہاں ابھی بیسویں صدی شروع نہیں ہوئی۔ پرچہ بنانے کے ۶۰ اور دیکھنے کے فی پرچہ ۸ عص مقرر ہیں۔

حکیم رشید احمد [۱۰] کی تجویز کوئی نئی نہیں، مہینوں سے کہہ رہے ہیں۔ میں نے لکھا تھا کہ ایک پرچہ نمونے کا چھاپ کے دکھاؤ، وہ اب تک نہ ہو سکا۔ پنجاب کے مشہور اور پہلوان پبلشر شیخ برکت علی نے بھی پیغام بھیجا تھا کہ ۲۵ ہزار روپیہ پیش کرتا ہوں۔ چھوٹی ڈکشنری چھاپنے کی اجازت دی جائے۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ پنجاب کے پبلشر بہت بدمعاملہ ہوتے ہیں۔ میں اس معاملے پر غور کر رہا ہوں۔ چند روز کے بعد جواب لکھوں گا۔ یا ان کو آنے کے لیے لکھوں گا۔ وہ تم کو بھی ساتھ لائیں تو اور بھی اچھا۔

عبدالمجید خاں صادق آباد سے یہاں آئے تھے۔ ایک دن ٹھیر کر لاہور چلے گئے۔ یہاں کسی کاروبار کے سلسلے میں آئے تھے۔ عبدالمجید خاں ہوئے یا عبداللطیف خاں یہ بڑے لال سوداگر [۱۱] ہیں۔ معمولی کاروبار تو ان کی نظر میں جچتا ہی نہیں۔ ہمارا کالج علی الرغم یونیورسٹی آخر جون سے شروع ہو جائے گا۔ پہلے غیروں سے جنگ تھی، اب اپنوں سے لڑائی کی ٹھنے گی۔ اب تک کام میں مزا ہی نہیں آیا تھا۔ ان شاء اللہ اب کچھ گرمی پیدا ہوگی۔ تاریخ و سیاسیات کا رسالہ نکالنے کا بھی ارادہ ہے۔ [۱۲]

خیر طلب
عبدالحق

تار کا پتہ: اردو — فون ۷۰۰۰۰

انجمن ترقیٔ اردو پاکستان

شاردا مندر، ہسپتال روڈ، کراچی

۹ جون ۱۹۵۶ع

عزیز مکرم سلمہ

تمہارا خط پہنچا۔ جولائی کے پرچے تحسین کو بھیجے جائیں گے۔ مگر یہ لوگ جلدی کو پسند نہیں کرتے۔ آہستہ آہستہ شریفانہ طور پر کام کرتے ہیں۔ یہاں ابھی بیسویں صدی شروع نہیں ہوئی۔ پرچہ بنانے کا دستور ہے۔ دیکھنے کی فی ... عصر ... جلد رسیدہ الحدی کی تجویز کوئی نہیں مانتا ... میں نے لکھا تھا کہ ایک پرچہ ... سے کہہ رہے ہیں۔ نمونے کا چھاپہ کو دکھاؤ ... ہو سکا۔ ... کا مشورہ اور پہلوان ... پیغام بھیجا تھا کہ ۲۵ ہزار ... ۔

ڈکشنری چھاپنے کی نوبت دور ہے - یہ نئے لوگ حکومت کے
~~پنجاب کے~~ پبلشر بہت بدمعاملہ ہوتے ہیں - ہیں
اس سلسلے پر غور کر کے لکھیے - چند روز کے بعد
جواب لکھوں گا یا ان کو آنے کے لیے لکھوں گا۔ وہ
ڈکشنری ساتھ لائیں تو اور بھی اچھا - تم بھی
عبدالمجید خاں طارق آپ کے یہاں آئے تھے
ایک دن ٹھہر کر لاہور چلے گئے یہاں کسی کاروبار
کے سلسلے میں آئے تھے - عبدالمجید خاں ہوں یا
عبداللطیف خاں یہ بڑے مال سوداگر ہیں
معمولی کاروبار تو ان کی نظر میں جچتا ہی نہیں
ہمارا کالج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی آج کل خوب کھیل
تماشا - پہلے غروب سے جنگ تھی اب اچھے
لڑائی کی ٹھننے کی - ایک کام میں مزا ہی لینا آیا تھا
ان شاء اللہ اب کچھ کام بھی ہوگا - تاریخ دیکھیے
کا رسالہ نکالنے کا بھی ارادہ ہے - خیر طلب
مالک

—(۵)—

۱۸/دسمبر ۱۹۴۹ء[۱۳]

عزیزی سلمہ

یہ دو کیسے شدید اور ہولناک حادثے ہوئے ہیں۔ پاک ایر کمپنی کا [کے] ڈائریکٹر غلام محمد کے داماد حسین ملک ہیں۔ ایسا ہی افسوسناک حادثہ پہلے بھی ہو چکا ہے۔ دوسرا حادثہ مولانا شبیر احمد عثمانی[۱۴] کی وفات کا ہے۔ اُردو کے بہت بڑے حامی اور انجمن کے کاموں سے نہایت درجہ ہمدردی رکھتے تھے۔ کہتے تھے میں پاکستان میں صرف اس لیے آیا ہوں کہ شریعتِ اسلامیہ اور اُردو رائج ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

غلام محمد صاحب کو پنشن کے بارے میں لکھا تھا۔ اس کا جواب یہ دیا ہے۔ اس پر بھی انا للہ کہنے کو جی چاہتا ہے۔

I am desired to inform you that the Govt. of Pakistan arrange disbursement of pensions on behalf of the Govt. of India and the amount of pension is recovered from them...

The above arrangement applies to pensioners coming from all parts of India excepting those States the accession or occupation of which [by] Govt. of India has not been recognized by Pakistan. In the circumstances you may perhaps like to deal with the Govt. of Hyderabad direct for settlement of claims.

دیکھا آپ نے؟ انڈیا نے قبضہ کر لیا۔ آپ اس قبضے کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس لیے ہماری پنشنیں بند۔ آپ کے تسلیم کرنے نہ کرنے کا نتیجہ؟ تسلیم نہ کر کے آپ نے ان ریاستوں کے لیے کیا کیا؟ یہاں اور بھی بہت سے حیدر آباد کے پنشن خوار ہیں۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔

خیر طلب
عبدالحق

—(۶)—

۱۹۵۱ء[۱۵]

عزیزم سلمہ

خیر پور کی گورنمنٹ کا مراسلہ ملفوف ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ کسی صورت سے تمھارے لیے رقم نکالنے کی کوشش کروں گا [کذا]۔ خازن صاحب کو بھی کیفیت لکھ کر اطلاع دے دی جائے گی۔ یہ مہینہ ختم ہو گیا تو صرف

دفتر والوں کو تنخواہ دی گئی۔ جو فرمائشیں ڈکشنری کی آئی تھیں اُن کی رقم چند روز میں آنے والی ہے۔ اس وقت خازن کو لکھ کر چیک ان کے دستخط کے لیے بھیجا جائے گا۔

ان شاء اللہ انجمن کے حالات جلد روبراہ آ جائیں گے۔

خیر طلب
عبدالحق

—(۷)—

۲۰/ مارچ ۱۹۵۲ء

عزیز من سلمہ

تمھارا خط پہنچا۔ فضیل بھی ابھی آئے اور تمھارا خط لائے۔

میاں ممتاز دولتانہ * کو اس سے پہلے ایک خط شکریہ [کا] لکھ چکا ہوں اور ان سے یہ بھی درخواست کی ہے کہ حکومتِ پنجاب اگر ایسا حکم جاری کرے کہ ہماری مطبوعات اور رسالے کالجوں، ہائی اسکولوں، کتب خانوں وغیرہ [میں] خریدے جائیں تو انجمن کو ایک گونہ مدد مل جائے گی۔

سائنس کے لیے سالانہ پانچ ہزار کے لیے دستی صاحب کو لکھنے والا ہوں۔

مشتاق احمد[۱۶] خاں صاحب سے میں نے تمھارے وظیفے کا ذکر کیا تھا۔ اُنھوں نے کہا ان کا فارم پہنچ گیا ہے اور ان کو خط بھی لکھا تھا۔ میں نے کہا ان کو کوئی خط نہیں پہنچا۔ بلکہ اس کی رسید بھی نہیں۔ تو کہنے لگے میں آپ کو لکھوں گا، ان کو اطلاع کر دیجیے گا۔

بہرحال پنشنوں کے متعلق کارروائی ہو رہی ہے۔ اس کی پیروی کرنے والے یہاں بہت سے ہیں۔

میں نے کل ہی اپنا بیان اخباروں کو دیا ہے۔ A.P.P نے بھی اس کا خلاصہ انگریزی اخباروں کو دے دیا ہے۔ اُردو اخباروں میں بھی خلاصہ چھپا ہے۔ پورا بیان امروز نے نقل کر دیا ہے۔ بیان طویل ہے۔ دوسرے اخبار ذرا احتیاط کرتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ حکومت یا وزیراعظم پر نکتہ چینی ہو۔ اس لیے وہ حصہ اُڑا دیا ہے۔ البتہ امروز نے پورا لکھا ہے۔

میری اپیل پر لوگ روپیہ دے رہے ہیں۔ کراچی کے ایڈمنسٹریٹر نے بھی ۱۲۰۰ روپے کتب خانے کے لیے

* میاں ممتاز محمد خان دولتانہ (۲۰/فروری ۱۹۱۶ء ......۳۰/جنوری ۱۹۹۵ء) نواب احمد یار خان دولتانہ کے صاحبزادے اور پنجاب کے ایک مشہور سیاستدان تھے۔ ان کے والد یونینسٹ پارٹی کے ہم نوا تھے لیکن وہ ۱۹۴۲ء میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور انھوں نے تحریک آزادی میں قائداعظم کا ساتھ دیا۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۵/اپریل ۱۹۵۱ء کو وہ پنجاب کے دوسرے وزیراعلیٰ بنے اور ۳/اپریل ۱۹۵۳ء تک اس منصب پر فائز رہے۔ آئی آئی چندریگر کے دورِ حکومت میں وہ ایک مختصر عرصے کے لیے (۱۹/اکتوبر ۱۹۵۷ء سے ۱۸/دسمبر ۱۹۵۷ء تک) وفاقی وزیر دفاع بھی رہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں انھیں ۱۹۷۲ء میں برطانیہ میں پاکستان کا ہائی کمشنر بنایا گیا وہ اس منصب پر ۱۹۷۹ء تک فائز رہے۔ (ز۔ ے میم عین)

منظور کیے ہیں۔
کل پھر کمیٹی ہے۔ اس میں ضروری مسائل طے ہوں گے۔
اختر علی خاں * کو خط لکھ دیا ہے۔

عبدالحق

—(۸)—

۲۶؍نومبر ۱۹۵۲ء

عزیز من سلمہ

خط پہنچنے کے بعد ڈرافٹ بنوا کر بھیج دیا گیا تھا۔ اُمید ہے پہنچ گیا۔ تم نے چودھری خلیق الزماں کی ملاقات کے متعلق دریافت کیا تھا۔ وہ فضل الرحمٰن صاحب [۱۷] اور گورنر جنرل [۱۸] سے ملے۔ اس کے بعد اور بھی بعض واقعات پیش آئے۔ تمھارے آنے پر یہ سب باتیں تفصیل سے بیان کروں گا۔

اس جمعہ کو ہم نے چند اصحاب کو جوبلی کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے بلایا ہے۔ جوبلی منانے کا خیال [۱۹] پہلے کچھ مبہم سا تھا اب پکا ہو گیا ہے اور حالات بھی کچھ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جن سے کامیابی کی اُمید ہوتی ہے۔ اب جوبلی کا پروگرام بنانا شروع کر دیں گے۔

اُردو بنگالی والا پمفلٹ تمھارے سامنے ہی تیار ہو گیا تھا۔ لیکن اس اثنا میں یہ معلوم ہوا کہ مولوی فضل الحق ** نے مسلم لیگ کے صدر استقبالیہ کی حیثیت سے اُردو کی بڑی حمایت کی تھی۔ اس خطبہ کو حاصل کر کے اس کا ضروری اقتباس شامل کر دیا گیا۔ باقی کام بہ دستور چل رہا ہے۔

عبدالحق

---

* مولانا اختر علی خان (۶؍دسمبر ۱۸۹۴ء......۱۷؍اکتوبر ۱۹۵۸ء) بابائے صحافت مولانا ظفر علی خان کے اکلوتے صاحب زادے تھے۔ مولانا کی قید و بند کے زمانے میں ان کے مشہور زمانہ اخبار زمیندار کی ادارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۳۵ء کی مسجد شہید گنج کی تحریک اور ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ان کے کردار پر بہت کچھ حرف زنی کی جاتی ہے۔ علالت کے سبب مولانا ظفر علی خان غیر متحرک ہو گئے تو وہ زمیندار کے مدار المہام قرار پائے لیکن وہ اس وراثت کو کامیابی سے سنبھال نہ سکے اور بالآخر زمیندار جیسے عہد ساز اخبار کی زندگی کا چراغ ان کی اپنی زندگی ہی میں گل ہو گیا (ن ے میم عین)

** مشرقی بنگال کے نام ور مسلم لیگی راہ نما شیر بنگال مولوی ابوالقاسم فضل الحق (۲۶؍اکتوبر ۱۸۷۳ء......۲۷؍اپریل ۱۹۶۲ء) کو ۲۳؍مارچ ۱۹۴۰ء کے اجلاس میں قرارداد پاکستان پیش کرنے کا منفرد اعزاز حاصل ہے۔ وہ ۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ میں منعقد ہونے والے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اس اجلاس میں بھی شریک تھے جس میں مسلم لیگ کی تاسیس ہوئی۔ وہ ۱۹۰۸ء میں اسسٹنٹ رجسٹرار کو آپریٹو بنے لیکن ۱۹۱۲ء میں استعفیٰ دے کر سیاسی زندگی اختیار کر لی۔ وائسرائے لارڈ لنلتھگو کے عہد میں بنگال کے پہلے وزیر اعظم بنے (یکم اپریل ۱۹۳۷ء......۲۹؍مارچ ۱۹۴۳ء) قیام پاکستان کے بعد مختصر مدت کے لیے مشرقی پاکستان کے وزیر اعلیٰ بھی رہے۔ میجر جنرل اسکندر مرزا کے عہد حکومت میں ۱۱؍اگست ۱۹۵۵ء سے ۹؍مارچ ۱۹۵۶ء تک ہوم منسٹر اور مارچ ۱۹۵۶ء سے ۱۳؍اپریل ۱۹۵۸ء تک مشرقی پاکستان کے گورنر بھی رہے۔ (ن ے میم عین)

—(۹)—

۱۸رمئی ۱۹۵۳ء

عزیزمن سلمہ

خدا کا شکر ہے کہ بغیر کسی مزید سعی و سفارش کے حکومتِ پنجاب کے محکمہ معتمدی تعلیم سے پچاس ہزار کی منظوری کا مراسلہ آج وصول ہو گیا جس میں لکھا ہے کہ یہ ارسالِ رسید مارچ ۱۹۵۴ء سے پہلے رقم وصول کر لی جائے۔

اب انجمن کی اعانت کی جو تحریک شروع ہوئی تھی اُسے جاری رکھنا چاہیے۔ حکومتِ پنجاب کی رقم کی منظوری سے کام سے دست بردار نہیں ہونا چاہیے۔ یا رفتار سست نہیں ہونا چاہیے۔

سکرٹیریایٹ سے جو مراسلہ وصول ہوا ہے اس پر دستخط شریف صاحب کے ہیں۔ یہ سیکرٹری بھی [۲۰] ہیں۔ کس دل سے اس نے دستخط کیے ہوں گے۔ تعجب ہے اس کے قلب کی حرکت بند نہیں ہو گئی۔

خیر طلب
عبدالحق

—(۱۰)—

۶ رستمبر ۱۹۵۳ء

عزیزمن سلمہ

ابھی ایک رجسٹری لفافہ بھیج چکا ہوں۔ مگر ایک ضروری بات لکھنی بھول گیا۔ رات عبداللطیف خاں صاحب نے چلتن ہوٹل میں بڑی دھوم کی دعوت کی۔ اس میں بڑے بڑے فوجی افسر بھی شریک تھے۔ وہاں میں نے بریگیڈیئر الطاف حسین صاحب سے کہا کہ آپ فوجی لوگ سوسائٹی سے الگ ہو گئے ہیں۔ انگریزی عہد میں سول اور ملٹری دو الگ الگ طبقے تھے اور ایک کا دوسرے سے بہت کم تعلق تھا۔ اب یہ نہیں ہونا چاہیے۔ اُردو کی ابتدا تو فوجیوں ہی سے ہوئی۔ آپ لوگوں کو اس کی ترقی میں خاص طور پر حصہ لینا چاہیے۔ اس وقت بہت اچھا موقع ہے۔ انجمن کی پنجاہ سالہ جوبلی ہو رہی ہے۔ اہلِ فوج کی طرف سے ایک خاص رقم اس تقریب کے وقت پیش ہونی چاہیے۔ اُنھوں نے اس خیال کو پسند کیا اور کہا کہ اس بارے میں آپ کمانڈر ان چیف محمد ایوب خاں صاحب [۲۱] سے گفتگو کیجیے۔ اور اُن کو جوبلی میں شرکت کی دعوت دیجیے۔ وہ ضرور انجمن کی [کذا] مدد دیں گے۔ مجھے اُن کا یہ مشورہ پسند آیا۔ اس لیے اب میں راولپنڈی جا کر محمد ایوب خاں صاحب سے ملوں گا۔ اس لیے تم اپنے عزیز رونے والے کپتان کو (ان کا نام بھول گیا اب تو وہ میجر یا لیفٹیننٹ کرنل ہوں گے) خط لکھو۔ میں راولپنڈی میں اُن کے پاس ٹھیروں گا اور میرے جانے کا مقصد بھی لکھ بھیجو۔ میں یہاں دریافت کر لوں گا کہ محمد ایوب خاں آج کل کہاں ہیں۔ اس کے بعد کوئی تاریخ مقرر کر کے راولپنڈی چلا جاؤں گا اور ان سے مل کر کراچی چلا آؤں گا۔ جواب آنے پر مجھے کپتان صاحب کا پتا لکھ بھیجنا۔ میں اختتام ستمبر سے چند روز پہلے ہی کراچی پہنچ جانا چاہتا ہوں۔

فون نمبر ۲۷۸۴

انجمن ترقی اُردو پاکستان

اسپتال روڈ ۔ کراچی ۱

نمبر ۱۰۶۸ مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۵۳ء

عزیز من سلمہٗ ۔ شکر ہے کہ بغیر کسی مزید سعی و سفارش کے حکومت پنجاب و محکمہ متعلقہ تعلیم سے پچاس ہزار کی منظوری کا مراسلہ آج وصول ہوگیا جس پر لکھا ہے کہ بلا ارسال رسید مارچ ۵۴ء سے پہلے رقم وصول کرلی جائے۔

اب انجمن کی اعانت کی جو تحریک شروع ہوئی تھی اُسے جاری رکھنا چاہیے۔ حکومت پنجاب کی رقم کی منظوری سے کام سے دست بردار نہیں ہونا چاہیے یا رفتار سست نہیں ہونا چاہیے۔ سکریٹریٹ سے جو مراسلہ موصول ہوا اس پر دستخط اسسٹنٹ صاحب کے ہیں ۔ یہ سکریٹری بھی ہیں ۔ کس دل سے انہوں نے دستخط کئے ہونگے ۔ تعجب ہے کہ ان کے قلب کی حرکت بند نہیں ہوگئی۔

دعاگو

عبدالحق

یہاں میری صحت کو بہت فائدہ ہوا۔ بھوک لگتی ہے اور کھانا رغبت سے کھاتا ہوں۔

عبدالحق

—(۱۱)—

تاریخ و سنہ ندارد

عزیزم سلمہ

تمھارا خط پہنچا۔ گورمانی * صاحب کے نام کے خط کی نقل اور امداد بہاول پور کی منظوری کے مراسلہ کی نقل اس خط کے ساتھ بھیجتا ہوں۔

پہلے انجمن کا کوئی خازن [نہ] تھے [کذا]۔ گزشتہ سال سے خازن کا تقرر ہوا ہے۔ چیک پر اس کے دستخط ضروری ہیں ورنہ بنک سے رقم نہیں ملتی۔ خازن صاحب ہر معاملہ میں بال کی کھال نکالتے ہیں۔ لہٰذا ایک خط صدر انجمن کے نام (دفتری طرز کا) لکھ بھیجو کہ حتّی کی تاریخ ملت عرب کا پہلا حصہ جو میں نے ترجمہ کیا تھا شائع ہو چکا ہے۔[۲۲] دوسرا حصہ آپ کی حسبِ ہدایت ترجمہ کر رہا ہوں اور کاتب کتابت کر رہا ہے۔ اس حصے کے.................. صفحے ہیں جس کا معاوضہ منظور شدہ شرح کے مطابق .... ہوتے ہیں۔ منجملہ جس کے .... رقم وصول ہو چکی ہے۔ کچھ اجزا جو باقی رہ گئے وہ بھی قریب زمانے میں ترجمہ ہو جائیں گے۔ لہٰذا مجھے فی الحال .... رقم بھیج دی جائے۔ کتابت شدہ کاپیوں کی تصحیح کے بعد چھپنے کے لیے آپ کو بھیج دوں گا۔

ابواللیث کے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیجیے۔ یہ حلیم اور رشید احمد صدیقی کا کوئی خاص آدمی ہے اور انجمن کا ہمیشہ سے مخالف ہے۔ انجمن کے مفصل حالات کسی وقت بعد میں لکھوں گا۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ چند بد باطن اشخاص جو عارضہ کمتری میں مبتلا ہیں، انجمن کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ خود ذلیل ہوں گے۔

عبدالحق

—(۱۲)—

۱۰؍ جون ۱۹۵۶ء

عزیزم سلمہ

خط پہنچا۔ حتّی ** کی کتابت جاری رہنی چاہیے۔ کاتب جیسے ہر مہینے اپنا مطالبہ بھیجتے رہے ہیں اب بھی بھیجتے

* میاں مشتاق احمد گورمانی مرحوم مراد ہیں۔ دیکھیے حاشیہ نمبر ۱۶ (ن ے میم عین)

** سامی زبانوں کے مشہور استاد محقق اور بیروت کی امریکی یونی ورسٹی میں علوم شرقیہ کے شعبے کے سربراہ فلپ خوری حتی (۲۲؍جون ۱۸۸۶ء......۲۴؍دسمبر ۱۹۷۸ء) جن کی کتاب History of the Arabs کا اردو میں جزوی ترجمہ مولوی صاحب کے ایما پر سید ہاشمی فرید آبادی نے تاریخ ملت عرب کے نام سے کیا اور جسے انجمن ترقی اردو نے شائع کیا۔ حتی نے ۱۹۱۵ء میں کولمبیا یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد بیروت کی جامعہ امریکا میں واپس آ گئے جہاں ۱۹۲۶ء تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ یہاں سے پرنسٹن یونی ورسٹی چلے گئے جہاں ۱۹۵۴ء تک رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد وہ ہارورڈ یونی ورسٹی اور جارج واشنگٹن یونی ورسٹی سے بھی وابستہ رہے۔ (ن ے میم عین)

رہیں۔ یہ رقم کچھ زیادہ نہیں۔ اس کا انتظام ہو جائے گا۔ اس وقت روزمرہ کا کام کتابوں کی بکری پر ہے۔ زیادہ تر انگریزی اُردو لغت اور بعض کتابیں مثلاً چند ہم عصر[۲۳]، قواعدِ اُردو[۲۴] وغیرہ۔ یہ نصاب میں داخل ہیں۔

چند روز کے بعد اپنی کوشش کے نتیجے سے اطلاع دوں گا۔

خیر طلب
عبدالحق

—(۱۳)—

۲۲ر فروری ۱۹۵۷ء

عزیزم سلمہ

انجمن کی کارگزاری پر نوٹ وصول ہو گیا۔ بہت خوب ہے۔ اختصار کے ساتھ سب کیفیت آ گئی ہے۔

موجودہ مرکزی حکومت نے اُردو کے ساتھ بہت بُرا برتاؤ کیا ہے اور افسوس یہ ہے کہ وزیرِ تعلیم نے اسمبلی [میں] امداد کے متعلق غلط بیانات دیے۔ جب میں نے متواتر تردید کی تو بہت خفا ہیں اور انجمن کو نقصان پہنچانے اور اس پر مقدمہ چلانے کی دھمکی دیتے ہیں۔ میں نے بھی ان کو چیلنج دے دیا ہے۔ اب ان وزرا اور اسمبلیوں کا یہی کام رہ گیا ہے۔ سوائے دو سندھی ممبروں کے (راشدی[۲۵] اور کھوڑو* کے) کسی [نے] اُردو کی حمایت میں ایک لفظ نہ کہا۔ کیسے غضب کی بات ہے کہ بنگالی کو ساڑھے نو لاکھ، سندھی تین لاکھ اور اُردو کو پھوٹی کوڑی[۲۶] بھی نہیں۔ پاکستان میں اُردو کی کیا دُرگت بنی ہے۔

خیر طلب
عبدالحق

—(۱۴)—

۹ر اپریل ۱۹۵۷ء

عزیزم سلمہ

تمھارا خط پہنچا۔ کارپوریشن کا معاملہ رہ گیا۔ وہاں کا محاسب بہت ضدی نکلا۔ خود دفتر کے بعض لوگوں نے سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ کمشنر صاحب نے یہ معاملہ ڈپٹی کمشنر کے سپرد کر دیا۔ تمثال صاحب اور محاسب صاحب نے ڈپٹی صاحب کو سارا معاملہ سمجھایا اور وہ قائل ہو گئے۔ اتنے میں کارپوریشن میں شورش اور ہڑتالیں شروع ہو گئیں، اس اودھم کی وجہ سے تاخیر ہوئی۔ سال کے ختم میں صرف تین دن باقی تھے۔ سال ختم ہو گیا اور معاملہ رہ گیا۔

---

* صوبہ سندھ کے مشہور مسلم لیگی راہ نما محمد ایوب کھوڑو (۱۴ر اگست ۱۹۰۱ء......۱۹۸۰ء) ۱۹۲۳ء میں بمبئی کی قانون ساز اسمبلی کا انتخاب لڑ کر سیاست میں داخل ہوئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد سندھ کے پہلے وزیرِ اعلیٰ بنے۔ فیروز خان نون کی وزارتِ عظمیٰ کے زمانے میں وزیرِ دفاع کے طور پر بھی خدمات انجام دیں۔ دو بار سندھ کی وزیرِ تعلیم رہنے والی پروفیسر ڈاکٹر حمیدہ کھوڑو ان کی صاحب زادی تھیں، جو آکسفورڈ یونی ورسٹی، کراچی یونی ورسٹی اور سندھ یونی ورسٹی میں تاریخ کی استاد بھی رہیں۔ انھوں نے *Mohammed Ayub Khuhro: A Life of Courage in Politics* کے زیرِ عنوان اپنے والد کی سوانحِ عمری قلمبند کی ہے (فیروز سنز لاہور ۱۹۹۸ء)۔ (ن ے میم عین)

فون نمبر ۳۲۷۸۴
کل پاکستان انجمن ترقیٔ اردو
اردو روڈ - کراچی ۱

حوالہ نمبر ______
مورخہ ۲۲ فروری ۵۷ء

عزیز مکرم - انجمن کی کارگزاری پر نوٹ وصول
ہوگیا - بہت خوب ہے - اختصار کے ساتھ سب
کیفیت آگئی ہے -
موجودہ [illegible] ملک صاحب نے اردو کے ساتھ بہت
برا برتاؤ کیا ہے اور افسوس یہ ہے کہ وزیر تعلیم نے اسمبلی
امداد کے متعلق غلط بیانات دیے - جب میں نے متواتر
تردید کی تو بہت خفا ہیں اور انجمن کو نقصان
پہنچانے اور اس پر مقدمہ چلانے کی دھمکی دیتے ہیں - میں نے
بھی ان کو چیلنج دیا ہے - اب ان وزرا اور اسمبلیوں کا
یہی کام رہ گیا ہے - سوائے دو سندھی ممبروں کے راشدی اور کھوڑو کے
کسی نے اردو کی حمایت میں ایک لفظ نہ کہا - کیسے غضب کی بات ہے کہ
بنگالی کو ساڑھے نو لاکھ - سندھی تین لاکھ اور اردو کو
معمولی کوڑی بھی نہیں - پاکستان میں اردو کی کیا درگت
بنی ہے -

[illegible]
بابا

مَیں نے علی التوکل ایک مراسلہ کراچی کے ڈائریکٹر تعلیم کو لکھا کہ سابق ریاست بہاول [پور] کے محکمۂ تعلیم نے انجمن کے لیے سالانہ پانسو روپیہ کی امداد منظور کی تھی۔ ریاست کے ضم ہو جانے کے بعد یہ رقم نہیں ملی، وہ ادا کی جائے۔ اس کی ایک ایک نقل وزیراعظم مغربی پاکستان اور گورنر مغربی پاکستان کو بھیج دی۔ گورنر گورمانی صاحب نے ایک ہزار کی منظوری دے دی۔ اس کا مراسلہ دفتر فنانس مغربی پاکستان کی طرف سے اس وقت پہنچا جبکہ سال کے ختم میں صرف دو روز باقی تھے۔ تمثال عسکری نے دوڑ دھوپ کر کے نقد رقم حاصل کر لی۔ چیک لیتے تو رقم نہ ملتی کیونکہ دوسرے روز اتوار تھا اور پیر کو پہلی اپریل تھی۔

اب میں گورنر گورمانی صاحب کو ایک درخواست بھیجنے والا ہوں کہ ریاست خیر پور نے سالانہ (۲۴۰۰) روپیہ کی امداد منظور کی تھی اور ہر سال وقت پر وصول ہو جاتی تھی، لیکن انضمامِ ریاست کے بعد سے یہ رقم نہیں ملی۔ لہٰذا گزشتہ دو سال کی رقم کی منظوری دی جائے۔ ممکن ہے کہ جس طرح بہاول پور کی رقم مل گئی، یہ بھی مل جائے۔ اس کی نقل تمھیں بھیجوں گا۔ اگر مناسب سمجھو تو ان سے مل کر کچھ ایک دو کلمۂ خیر کہہ دینا۔

گذشتہ اتوار (۷/ اپریل کو) مَیں نے الطاف گوہر صاحب[۲۷] کلکٹر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کراچی کو انجمن میں بلایا تھا۔ انھیں کتب خانے کے نوادر دکھلائے اور جو ادبی کام تیار رکھے تھے (اُردو لغات، عربی اُردو لغات، اُردو انگریزی لغت وغیرہ) دکھائے وہ بہت متاثر ہوئے۔ اُنھوں نے کہا کہ میں تین چار روز کے [بعد] پھر آؤں گا اور انجمن کے معاملات کے متعلق مشورہ کروں گا کہ کیا کیا جائے۔ عین الدین[۲۸] انھیں پکڑ کر لائے تھے۔ وہ ان کے ساتھ گئے۔ اُنھوں نے عین الدین سے کہا کہ میں چیف کمشنر سے مل کر اس بارے میں کوئی مناسب کارروائی کروں گا۔

اس کا جو نتیجہ ہوگا اس سے اطلاع دوں گا۔ میں کچھ اور بھی کوشش کر رہا ہوں۔ روپیہ ملتے ہی کچھ نہ کچھ رقم تمھیں ضرور بھیجوں گا۔

خیر طلب
عبدالحق

—(۱۵)—

۱۹/ نومبر ۱۹۵۷ء

عزیز من سلمہ

تمھارا خط پہنچا۔ انجمن کے حالات بہت خراب اور نازک ہو گئے ہیں۔ مجھے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی جا رہی ہیں۔ ہر روز کوئی نہ کوئی فساد کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ معتمد صاحب[۲۹] نے آج تک انجمن میں قدم رنجہ نہیں فرمایا۔ سارے اختیارات حکیم لئیم[۳۰] کو دے رکھے ہیں۔ اس کا کام اکھاڑ پچھاڑ، تغیر تبدل، تعطل، برطرفی رہ گیا ہے۔[۳۱] انجمن کے اصل مقصد سے کوئی بحث نہیں۔ یہ جو حالیہ رپورٹ میں حتّی کی کتاب کا ذکر ہے وہ میری گزشتہ رپورٹ کی نقل ہے ورنہ ان صاحبوں کو ان چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں۔

میں تمھاری طرف سے غافل نہیں۔ میری تجویز جو میں نے وزارتِ تعلیم [کو] بھیجی ہے منظور ہو گئی تو

تمھارے لیے بہت اچھی صورت نکل آئے گی۔ مشیرِ تعلیم ڈاکٹر عترت حسین مجھ سے ملنے آئے تھے۔ وہ بڑی ہمدردی سے اس پر غور کر رہے ہیں۔ ہمارے کام کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ میں ان سب کی تکمیل کروں گا۔ تم کچھ دن اور صبر کرو۔ تم کو یہ سن کر سخت افسوس اور رنج ہوگا کہ جس کمرے میں تم رہتے تھے وہاں اب حکیم لئیم اپنے غنڈوں [کو] لاکر مے خواری کے جلسے کرتا ہے۔ اور قائم گنج کا لُر سب کچھ دیکھتا ہے اور کچھ نہیں کرتا۔ کہتے ہیں کہ وہ الیکشن میں آنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس لیے حکیم لئیم کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے۔

اگر مسٹر فضل الرحمٰن ایجوکیشن منسٹر ہو جاتے تو ان سب خرابیوں کا علاج ہو جاتا۔ اب بھی وہ کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے۔ ان کو ان حالات کی اطلاع ہو گئی ہے۔

میری صحت اچھی نہیں۔ بیماری کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ حالت کچھ اچھی ہوئی تھی کہ پچھلے ہفتہ اسہال شروع ہو گئے۔ اب پھر پیچش نے آ گھیرا ہے۔

عبدالمجید خاں کے انتقال کا مجھے بہت افسوس اور رنج ہے۔ بہت مخلص، ہمدرد اور سچے شخص تھے۔

عبدالحق

—(۱۶)—

۱۹۵ء[۳۲]

عزیز من سلمہ

میاں بشیر[۳۳] کے میرے نام بھی دو خط آئے۔ پیغام طلب کرتے ہیں۔ یہ خانساموں کی طرح سرٹیفکیٹ چاہتے ہیں۔ پیغام سے ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی تعریف کی جائے۔

''نصرت الملک'' کے متعلق تحقیق کرنی پڑے گی۔ کتب خانہ بند ہے ورنہ کوشش کرتا۔

روسی سفارت خانہ سے ابھی کوئی جواب نہیں آیا۔ چند روز گزرنے پر یاد دہانی کروں گا۔

عترت حسین صاحب پیرس چلے گئے تھے۔ یونسکو کے سلسلے میں۔ اب ان کو یاد دلاؤں گا۔ یہ وزیر تعلیم برائے نام ہوتے ہیں، اصل شخص ایجوکیشنل ایڈوائزر ہوتا ہے۔

اس سال یہاں سردی ہوئی ہی نہیں۔

اب میں بالکل اچھا ہوں۔ ڈاکٹر عبدالصمد کے علاج سے بہت فائدہ ہوا۔

عبدالحق

—(۱۷)—

تاریخ و سنہ ندارد

عزیز من سلمہ

اُس تحریر کی مجھے آج ہی ضرورت ہے۔ میں اسے ڈاک کے ذریعے اُن کو بھیجوں گا تا کہ کل ان کو پہنچ

فون نمبر ۳۲۷۸۴
کل پاکستان انجمن ترقیٔ اردو
آردو روڈ - کراچی ۱

حوالہ نمبر ____________
مورخہ ۱۹ ر ستمبر ۱۹۵۷ء

عزیز من سلمہٗ - تمہارا خط پہنچا - انجمن کے حالات بہت
خراب اور نازک ہو گئے ہیں - مجھے طرح طرح کی اذیتیں
پہنچائی جا رہی ہیں - ہر روز کوئی نہ کوئی فساد کھڑا کر دیا
جاتا ہے - معتمد صاحب نے آج تک انجمن میں قدم رنجہ نہیں فرمایا
سارے اختیارات حکیم نعیم کو دے رکھے ہیں - اس کا کام
انجمن کو بگاڑنا، تغیر تبدل، تعطل، برطرفی رہ گیا ہے - انجمن کے
اصل مقصد سے کوئی بحث نہیں - یہ جو حالیہ رپورٹ میں حقی کی
کتاب کا ذکر ہے وہ میری گزشتہ رپورٹ کی نقل ہے ورنہ ان
صاحبوں کو ان چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں -

میں تمہاری طرف سے غافل نہیں - میری تجویز جو میں نے
وزارت تعلیم کمیٹی سے منظور ہو گئی تو تمہارے لیے بہت اچھی
صورت نکل آئے گی - مسٹر تمیم کو اور عترت حسین صاحب سے ملے
آج تم سے وہ بڑی ہمدردی سے اس پر غور کر رہے ہیں - ہمارے
کام کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ میں اس کی تکمیل
کروں گا - تم کچھ دن اور صبر کرو - تم کو

یہ سنکر سخت افسوس اور رنج ہوا کہ جبکہ یہیں تم اچھے تھے
وہاں اب حکیم نسیم اپنے غنڈوں لڑکوں سے سواری کی
جلسے کرتا ہے اور قاسم صاحب کا گھر سب کچھ دیکھتا ہے
اور مجھے بہت کہتے ہیں۔ لگتا ہے کہ وہ الیکشن میں آنے کی
کوشش کر رہا ہے اس لیے حکیم نسیم کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی
بنا ہوا ہے۔ اگر مسٹر فضل الرحمن الیکشن منسٹر ہو جائے تو ان
سب خرابیوں کا علاج ہو جائے۔ اب بھی وہ کچھ نہ کچھ
ضرور کریں گے۔ ان کو ان حالات کی اطلاع ہو گئی ہے
میری صحت اچھی نہیں۔ بخار کا سلسلہ برابر جاری ہے
حالت کچھ اچھی ہو رہی تھی کہ پچھلے ہفتہ اسہال شروع ہو گئے۔
اب سوء ہضمی نے آگھیرا ہے۔
عبدالصمد خان کے انتقال کا مجھے بہت افسوس اور رنج ہے۔
بہت مخلص ہمدرد اور سچے شخص تھے۔۔

جائے۔کل پہنچنا ضروری ہے کیونکہ دوسرے روز نیوکنسٹرکشن کی میٹنگ ہے۔ یا تو لکھ کر بھیج دو یا خود لے کر آ جاؤ۔ ورنہ میں خود تمھارے پاس آ جاؤں گا۔

کل شام گھنٹے بھر سے زیادہ تمھارے محلے میں مارا مارا پھرتا رہا۔تمھارا مکان نہ ملا۔یہی بات کہنا چاہتا تھا۔

آج اس تحریر [کا] ملنا نہایت ضروری ہے۔معاملات بہت خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ سب اسی کی خاطر ہے۔

عبدالحق

—(۱۸)—

۲۴رمئی ۱۹۵۸ء

عزیزمن سلمہ

تمھارا رجسٹری خط پہنچا۔اُس تحریر کی جو تم نے بھیجی ہے فی الحال ضرورت نہیں پڑے گی۔آئندہ کسی وقت ضرورت ہوئی تو استعمال کی جائے گی۔

آفتاب حسن[۳۴] یا حکیم احمد حسن کوئی خط لکھیں تو اس کا جواب نہ دیا جائے یا اگر جواب دیا جائے تو ایسا ہو کہ اس کے کسی جملے پر گرفت نہ ہو سکے۔تم نے جو خط آفتاب حسن کو لکھا تھا وہ ایک ایک کو دکھاتا پھرتا ہے اور اسے میری رسوائی کا آلہ بنالیا ہے۔لہٰذا احتیاط شرط ہے۔ان کی چکنی چپڑی باتوں میں نہیں آنا چاہیے۔

میں شعیب[۳۵] کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔اگر وہ مجھے زبردستی بھوپال میں نہ روک لیتا تو میں عین اس روز دلی پہنچتا جبکہ مسلمانوں کا قتلِ عام ہو رہا تھا۔افسوس کہ میں اُس سعادت سے محروم ہو گیا۔[۳۶] پاکستان آ کر یہ دن بھی دیکھنا تھا۔

تین روز ہوئے تمھاری بیٹی اور ان کے شوہر ملنے آئے تھے۔

خیرطلب
عبدالحق

فون نمبر: ۳۲۷۸۳

کل پاکستان انجمن ترقی اردو

اردو روڈ، کراچی - ۱

نمبر		مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۵۸ع

عزیز من سلمہ۔ تمہارا رجسٹرڈ خط پہنچا۔ اُس تحریر کی جو تم نے بھیجی ہے فی الحال ضرورت نہیں پڑے گی۔ آئندہ کسی وقت ضرورت ہوئی تو استعمال کی جائے گی۔

آفتاب حسن یا حکیم احمد حسن کو خط لکھیں تو اس کا جواب نہ دیا جائے یا اگر جواب دیا جائے تو ایسا ہو کہ اس کے کسی جملہ پر گرفت نہ ہو سکے۔ تم نے جو خط آفتاب حسن کو لکھا تھا وہ ایک ایک کو دکھاتا پھرتا ہے اور اُسے میری رسوائی کا آلہ بنا لیا ہے۔ لہذا احتیاط شرط ہے۔ ان کی چکنی چپڑی باتوں میں نہیں آنا چاہیے۔

شعیب کو میں کبھی معاف نہیں کروں گا۔ اگر وہ مجھے زبردستی بھوپال میں نہ روک لیتا تو میں عین اُس روز دلی پہنچتا جب مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا تھا۔ افسوس کہ میں اُس سعادت سے محروم ہو گیا! پاکستان آکر یہ دن بھی دیکھنا تھا!

تین روز ہوئے تمہارے بھائی اور ان کے شوہر ملنے آئے تھے۔

دعاگو
عبدالحق

—(۱۹)—

۲۴؍جنوری ۱۹۵۹ء

عزیزمن سلمہ

خط پہنچا۔ بورڈ[۳۷] نے یہ کیا دکانداروں کی سی باتیں کرنی شروع کر دی ہیں۔ سودا کرنا چاہتے ہیں۔ بورڈ اڈیٹروں کے لیے ۶۰۰ تا ۹۰۰ کی تنخواہ مقرر کر چکا ہے۔ میرا خیال تھا کہ تمھیں کم سے کم آٹھ سو دلا دوں گا۔ تم نے جو جواب لکھا ہے بہت معقول ہے۔ بورڈ کے جواب کا انتظار کرنا چاہیے۔ بورڈ کا جلسہ فروری کے پہلے ہفتے میں ہوگا۔ غالبًا یہ معاملہ اس میں پیش ہو۔

جوش صاحب * کی تنخواہ پندرہ سو تا دو ہزار ہے۔ اس پر بھی اُنھوں نے اضافۂ تنخواہ کا مطالبہ کیا ہے۔ سنا ہے منظور کر لیا گیا۔ تنخواہ سب سے بڑھ کر اور کام ندارد۔

یہاں معمولی سردی دو چار روز رہی اور اب موسم معمول پر آ گیا ہے۔ نہ سردی نہ گرمی۔

خوشی سبطِ حسن[۳۸] کی رہائی کی نہیں۔ خوشی اس بات [کی] ہے کہ میاں مطلبی[۳۹] نہیں پکڑے گئے۔ پرسوں تمھارے داماد آئے تھے۔ ان سے بھی میں نے نئے تقرر کا ذکر کر دیا تھا۔

عبدالحق

یہاں پاکستانی ادیبوں کا کنونشن ۳۰-۳۱ جنوری کو ہونے والا ہے[۴۰]۔ اس کی صدارت کے لیے ان لوگوں نے مجھے آ گھیرا ہے۔ میں اب اس قسم کی تقریبوں خاص کر صدارت کے جھگڑوں سے بہت بچنا چاہتا ہوں، مگر بچ نہیں سکتا۔

عبدالحق

—(۲۰)—

۳۰؍جنوری ۱۹۵۹ء

عزیزم سلمہ

تمھارا خط پہنچا۔ یہ صحیح ہے کہ اُردو ترقی بورڈ جوش کی پرورش کے لیے بنا تھا۔ اُن کے طفیل میں یہ کام ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بورڈ کا جلسہ ۳؍فروری کو ہوگا۔ اس میں منجملہ دیگر امور کے لغت کے تقررات کا بھی فیصلہ

* شبیر حسن خان جوش ملیح آبادی (۵؍دسمبر ۱۸۹۸ء......۲۲؍فروری ۱۹۸۲ء) اپنے زمانے میں شاعر انقلاب اور شاعر شباب کہلائے۔ یادوں کی برات ان کی مشہور خودنواشت سوانح عمری ہے۔ ایک زمانے میں دہلی سے رسالہ کلیم جاری کیا تھا اور خود کو جوش مرحوم لکھا کرتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد وزارت تعلیم، پاکستان ٹیلی ویژن اور ترقی اردو بورڈ کراچی وغیرہ سے منسلک رہے۔ شعلہ و شبنم، جنون وحکمت، جذبات فطرت، نقش و نگار، سرودوخروش، عرش و فرش وغیرہ ان کے شعری مجموعے ہیں۔ (ز ے میم عین)

ہو جائے گا۔

ادیبوں کے کنونشن کا آخری اجلاس کل ہے۔ یہ اہم اجلاس ہے۔ جنرل محمد ایوب خان بھی اس اجلاس میں آئیں گے۔ اس اجلاس کی صدارت میں کروں گا۔ میں نے اپنا خطبہ پرسوں لکھ کر دیا تھا۔ ان کو جلدی تھی، چھپوانا چاہتے تھے۔ ادیبوں میں بہت کچھ اختلاف ہے۔

یہ تحریک پروان چڑھتے نظر نہیں آتی۔ تعجب ہے تمھیں دعوت نہیں دی حالانکہ عالی صاحب[۴۱] اس میں پیش پیش ہیں۔ ان لوگوں نے زبردستی مجھے گھیر گھار کر صدارت کے لیے آمادہ کر لیا۔ مجھے اب ان جلسوں جلوسوں سے کوئی دل چسپی نہیں رہی، کبھی تھی وہ بھی ایک مقصد کے تحت۔ اب کہ اُردو کا کہیں ٹھکانا نہیں رہا تو وہ دل چسپی بھی نہیں رہی۔

ڈاکٹر مُعین الحق[۴۲] کے اس برتاؤ پر مجھے بہت تعجب ہوا۔ اُنھوں نے بڑے شوق سے تمھیں بلایا تھا اور میں خوش تھا کہ فی الحال ایک کام تو مل گیا۔ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ ہوا کیا۔ ہندی اُردو تنازع کے متعلق بھی تو تم سے ایک مضمون لکھوایا تھا۔ کیا وہ لکھ کر بھیج دیا۔

زیبا صاحب[۴۳] آج کل مجھ پر بہت مہربان ہیں۔ بڑھ بڑھ کے مشورے دیتے ہیں۔ مگر ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ نہ معلوم وہ کب ادھر سے اُدھر ہو جائیں۔ مگر باتیں خوب کرتے ہیں۔

جنرل محمد ایوب خاں نے انجمن اور کالج کے متعلق بہت سخت احکام دیے ہیں۔ اس سے مخالفین کی جماعت میں بہت گھبراہٹ پیدا ہوگئی ہے۔ ایم بی احمد سیکرٹری ایجوکیشن اور فضلی صاحب کھنڈت ڈالنا چاہتے ہیں۔ مخالف گروہ کی طرف سے بہت دباؤ پڑ رہا ہے۔ لیکن اس میں ان کو کامیابی نہ ہوگی۔ تفصیل کسی وقت زبانی بیان کروں گا۔

عین الدین کو پھنسانے اور گرفتار کرانے کی بہت کوشش کی۔ ہزاروں روپیہ خرچ کیا۔ پولیس کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اب مجسٹریٹ نے اسے صاف بری کر دیا۔ کوئی ثبوت بہم نہ پہنچا سکے۔

لاہور میں تو بڑی شدت کی سردی پڑ رہی ہے۔ اس کے طفیل میں یہاں بھی دو روز سے پھر کچھ سردی ہونے لگی ہے۔

خیر طلب
عبدالحق

—(۲۱)—

۱۳؍فروری ۱۹۵۹ء

عزیز من سلمہ

تمھارا خط پہنچا۔ دو روز سے عبدالعلی خاں کو تاکید کر رہا ہوں کہ مسل نکال کر پیش کرو تا کہ اس کے حوالے سے رقم کے لیے لکھوں۔ ان کو اب تک مسل نہیں ملی۔ رقم کے لیے خازن اور معتمد (شریک معتمد) کا اتفاق ضروری

ہے۔ ان کو یہ دکھانا لازم ہے کہ ایسا معاہدہ ہوا تھا۔ انجمن کی حالت روز بروز ابتر ہوتی جا رہی ہے۔ ڈیوک کی مہمانداری میں افسرانِ متعلقہ اس کے ساتھ ساتھ مارے مارے پھر رہے ہیں۔ وزیرِ تعلیم ۲۰ر کو واپس آئیں گے۔ اُس وقت معلوم ہو سکے گا کہ کیا تجویز ہوئی ہے۔

افسوس میرے پاس روپیہ نہیں ورنہ اپنے پاس سے تمھیں بھیج دیتا۔ لاہور کے سفر کے لیے بھی مجھے قرض کی ضرورت پڑے گی۔ انجمن اس وقت میرے ہاتھ میں نہیں۔ میں صدر برائے نام ہوں۔

تمھارا یہ خط پہلے خط سے بھی زیادہ پُرلطف تھا۔ دو بار پڑھ چکا ہوں۔ کل پھر کوشش کروں گا اگر مسل مل گئی تو کل ہی رقم کے متعلق لکھ دوں گا۔ اگر خازن یا شریک معتمد نے اعتراض نہ کیا تو رقم مل جائے گی۔ پرسوں اتوار ہے، وہ دن بھی خالی جائے گا۔

ذرا ذرا سی بات میں یہ لوگ رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں۔ رضی الدین کا انتخاب معتمدی ہو گیا تھا۔ لیکن ان کے چیئرمین نے اجازت نہ دی۔ ابھی تک یہ بات میں نے راز میں رکھی ہے۔ بہرحال میرے دوسرے خط کا انتظار کرو۔

لاہور جانے کے متعلق میں مذبذب ہو گیا ہوں۔ تم نے موسم کی جو شکایت لکھی ہے اس سے میں سوچ میں پڑ گیا ہوں۔ تمھارے خط کے ساتھ ہی سیّد عبداللہ صاحب[۴۴] کا خط آیا۔ ان کی تاکید ہے کہ مجھے ضرور آنا چاہیے اور خطبہ ابھی سے طلب کر رہے ہیں۔ وہ چھپوانا چاہتے ہیں۔[۴۵]

خیر طلب
عبدالحق

—(۲۲)—

۱۸ستمبر ۱۹۵ء[۴۶]
عزیز من سلمہ

ابھی ابھی صبح کی خبروں میں ریڈیو سے معلوم ہوا کہ جنرل ایوب خاں ۲۷ر ستمبر کو[۴۷] امریکہ جا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں اپنا سفر ملتوی کرنا پڑے گا۔ یہاں کے فوجیوں سے پوچھتا ہوں، شاید ان کو زیادہ معلومات ہوں۔ یا شام کی خبروں میں کوئی تفصیل معلوم ہو۔ بہرحال معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ مگر میں ایوب خان کو یوں ہی نہیں چھوڑوں گا۔ کبھی تو وہ واپس آئیں گے۔ وہاں بھی اس بارے میں اطلاع پہنچی ہوگی۔ نجم الدین سے دریافت کیجیے۔ اگر یہ بات صحیح نکلی تو میں التوائے سفر کا تار دے دوں گا۔

عباسی صاحب کو میرا سلام پہنچا دیجیے۔ ان کا گھروندا بنا یا نہیں۔ اس فکر میں گھلے جا رہے تھے۔ وہ حکیم فرید ہم قافیۂ یزید کو کشاں کشاں لے آئے تھے۔ نبض پر انگلی رکھی اور کچھ بڑبڑا کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ میں ابھی پوری لاحول بھی نہ پڑھنے پایا تھا کہ یہ جا وہ جا۔

اب ان شاء اللہ جلد ملاقات ہوگی۔ اگر راولپنڈی کا جانا رہ گیا تو میں فوراً کراچی کا رُخ کروں گا۔ وہاں

بہت کام باقی ہیں۔

عبدالحق

چند ہم عصر اور صوفیائے کرام[۴۸] دونوں کی کاپیاں لکھی رکھی ہیں وہ فوراً مطبع میں چھپنے کو دے دیجیے۔ مطبع میں لیتھو کا کام نہیں ہے۔

فون نمبر ۲۷۸۴

انجمن ترقی اُردو پاکستان

اُردو روڈ کراچی - ۱

مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۵ء نمبر ______

عزیزمن سلمہ۔ ابھی ابھی صبح کی خبروں میں ریڈیو سے معلوم ہوا کہ جنرل ایوب خاں ۲۷ ستمبر کو امریکہ جا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں اپنا سفر ملتوی کرنا پڑے گا۔ یہاں کے فوجیوں سے پوچھتا ہوں شاید ان کو زیادہ معلومات ہوں۔ یا شام کی خبروں میں کوئی تفصیل معلوم ہو۔ بہرحال معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ مگر میں ایوب خاں کو یوں ہی نہیں چھوڑوں گا۔ کبھی تو واپس آئیں گے۔ وہاں بھی اس بارے میں اطلاع پہنچی ہوگی۔ نجم الدین سے دریافت کیجیے۔ اگر یہ بات صحیح نکلی تو میں التوائے سفر کا تار دیدوں گا

عباسی صاحب کو میرا سلام پہنچایئے۔ ان کا گھروندا بنا یا نہیں۔ اس فکر میں گھلے جا رہے تھے۔ وہ حکیم فرید احمد [illegible] پیرزادے کو کنکھیوں سے [illegible] آئے تھے۔ نبض پر انگلی رکھی

اور کچھ بڑھ بڑھ کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں ابھی پورے
دس سوال بھی نہ پڑھنے پایا تھا کہ یہ جا وہ جا۔
اب ان شاء اللہ جلد ملاقات ہوگی۔ اگر راولپنڈی کا
جانا ہو گیا تو میں فوراً کراچی کا رخ کروں گا۔ وہاں
بہت کام باقی ہے۔

عبدالحق

خدمت عصر اور صوفیائے کرام دونوں کی
کاپیاں لکھی رکھی ہیں وہ فوراً مطبع میں بھیجنے کو
دے دیجیے۔ مطبع میں بیٹھو کا کام نہیں ہے

—(۲۳)—

۴؍ مارچ ۱۹۶۱ء

تمھاری فرمائش کی تعمیل میں دیر اس لیے ہوئی کہ میں کتاب[۴۹] کہیں رکھ کر بھول گیا تھا۔ اِدھر اُدھر الماریوں اور صندوقوں میں ڈھونڈتا رہا۔ ابھی وہیں تھی جہاں اس کی ساتھ کی دوسری چند کتابیں تھیں۔ جلدی میں اُس پر نظر نہ پڑی۔

شاعر کا نام فخر الدین[۵۰] اور تخلص نظامی ہے۔ اس کا ذکر نہ کسی تذکرے میں ہے نہ کسی اور کتاب میں۔ یہ نام اور تخلص بھی اس کی مثنوی ہی سے معلوم ہوا۔ سلطان علاء الدین بہمنی کے زمانے میں تھا جس کی مدح اُس نے اس مثنوی میں کی ہے۔ سلطان علاء الدین بن احمد شاہ ۸۳۸ء میں تخت نشین ہوا اور ۸۶۳ء[۵۱] میں وفات پا گیا۔

نمونۂ کلام

حمد

ا

گسائیں تُہیں ایک دُنہ جگ ادار[۵۲] بروبر دُنہ جگ تُہیں دینہار
اکاس اُنچہ پاتال دھرتی تُہیں جہاں کچھ نکوئی تہاں ہے تُہیں
دھرت سات رو جند آکاس سات رچے دیر چہ مے فلک نو سنگھات

نعت

تُہیں ایک ساچا گسائیں امر سری دوی تیں جکہ تو راد کر
امولک مُکت[۵۳] سیس سنسار کا کرے کام نردھار کرتار کا
ابابکر ساچا عمر کا نیاؤ کہ عثماں بھنڈاری[۵۴] علی کھڑک دار[۵۵]

سلطان علاء الدین

عطارد مسخر ہوا لے قلم مسخر کیا سور دے ہت علم
شہنشہ بڑا شاہ احمد کنوار پرت پال[۵۶]، سنسار، کرتار ادھار[۵۷]

اس مثنوی کی زبان بہت سخت اور کٹھن ہے اور سمجھنا مشکل ہے۔لیکن کہیں کہیں بعض شعر بہت صاف اور آج کل کی زبان میں ہیں۔مثلاً

جے کچ کال کرنا سو توں آج کر نہ گھال آج کا کام تو کال پر

تم ظفر اللہ خاں صاحب سے کہو کہ کیوں اپنا روپیہ ضائع کرتے ہیں۔ یہ کانفرنسیں سب بیکار ہیں۔اس جنس کا یہاں کوئی خریدار نہیں۔ یہ روپیہ اپنے اسکول اور کالج کی تعمیر میں لگائیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔

عبدالحق

حواشی:

۱۔ سابقہ ریاست حیدر آباد کا ایک ضلع۔اب یہ ریاست کرناٹک میں ہے۔
۲۔ یعنی خان جنھیں خط میں ''سیادت نشان'' لکھا ہے۔معلوم نہیں یہ نہایت دل چسپ شخصیت کن صاحب کی تھی۔
۳۔ ذوق کا شعر ہے،کلیاتِ ذوق، جلد اوّل (مرتّبہ تنویر احمد علوی)،ص۳۳۳
۴۔ گوڑ گانوں کا ایک قصبہ۔اب ہریانہ اسٹیٹ میں ہے۔
۵۔ احمق، گاؤدی، اُول جلول۔
۶۔ مراد غالباً صدیق حسن۔مینیجر انجمن ترقی اُردو حیدر آباد سے ہے۔
۷۔ انجمن ترقی اُردو میں مددگار معتمد تھے۔

۸۔ انجمن ترقی اُردو کے نائب معتمد تھے اور بڑے فتنہ پرور۔ انجمن کے مددگار معتمد کو حکم دیتے تھے کہ مولوی عبدالحق کے نام آنے والے خطوط کھول کر پڑھا کرو اور اس کے مافیہ سے ہمیں آگاہ کیا کرو۔ عبدالعلی خاں نے یہ حکم بجا لانے سے معذوری ظاہر کی۔ تفصیل کے لیے رک ''انجمن ترقی اُردو کا المیہ''، ص ۴۸، ۴۹

۹۔ مشہور ناول نگار اور شاعر فضل احمد کریم فضلی (۱۹۰۶-۱۹۸۱ء)

۱۰۔ دلّی کے زمانے کی انجمن کے کارکن۔

۱۱۔ وہ سوداگر جو اِدھر کوئی چیز خریدے اور اُدھر فوراً بیچ ڈالے۔ تیز طرار اور معاملہ فہم۔

۱۲۔ یہ مجلّے نکلے ضرور مگر زیادہ دیر تک چل نہ سکے۔

۱۳۔ یہ خط اُردوے مصفّٰی میں شائع ہو چکا ہے مگر ناقص صورت میں۔

۱۴۔ ممتاز عالمِ دین۔ تحریکِ آزادی میں پیش پیش تھے۔ قائداعظم کے قابلِ اعتماد ساتھیوں میں تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔ (وفات ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء) اسلامیہ کالج کراچی کے احاطے میں آسودۂ خاک ہوئے۔ قرار دادِ مقاصد کے زبردست محرک تھے۔

۱۵۔ یہ سنہ قیاساً لکھا گیا ہے کیونکہ اصل خط کے ساتھ ریاست خیر پور کے حساب و مالیات کے دفتر کا انگریزی میں ایک مراسلہ بھی منسلک ہے جس میں دو چیکوں کا ذکر ہے جو انجمن کو ریاست نے مالی امداد کے طور پر بھیجے۔ ان چیکوں کی تاریخ ۶ر مارچ ۱۹۵۱ء درج ہے، لہٰذا مندرجہ بالا خط بھی ۱۹۵۱ء ہی کی کسی تاریخ کو لکھا گیا ہوگا۔

۱۶۔ مراد نواب مشتاق احمد گورمانی (۱۹۰۵-۱۹۸۱ء)۔ معروف سیاستدان۔ متعدد بڑے بڑے عہدوں مثلاً مغربی پاکستان کی گورنری اور وفاقی وزارتِ داخلہ کے منصب پر فائز رہے نیز وزیراعظم ریاست بہاولپور بھی رہے۔

۱۷۔ فضل الرحمٰن (۱۹۰۵-۱۹۶۶ء)، وزیرِ تعلیم پاکستان۔ اُردو زبان کی وسعت اور ہمہ گیری کے بڑے قائل تھے۔

۱۸۔ مراد ملک غلام محمد (۱۸۹۵-۱۹۵۶ء) ۱۹ر اکتوبر ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۵ء تک پاکستان کے گورنر جنرل رہے۔ متعدد دیگر اہم عہدوں پر بھی فائز رہے۔

۱۹۔ انجمن ترقی اُردو کا قیام ۱۹۰۳ء میں ہوا اور ۱۹۵۳ء کو پچاس سالہ جوبلی کا سال قرار دیا گیا۔

۲۰۔ مراد ایس ایم شریف ہیں جو ان دنوں سیکرٹری تعلیمات تھے۔ (م: ۱۹۸۱ء)

۲۱۔ بعد میں صدر ایوب خاں۔ مولوی عبدالحق کی بڑی قدر افزائی کی۔

۲۲۔ فلپ کے حِتّی کی انگریزی تصنیف *History of the Arabs* کا جزوی ترجمہ جو تاریخِ ملّتِ عرب حصّہ اوّل کے زیرِ عنوان انجمن ترقی اُردو کے زیرِ اہتمام ۱۹۵۴ء میں شائع ہوا۔

۲۳۔ مولوی عبدالحق کی بہت معروف تصنیف۔ اوّل بار ۱۹۴۰ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔ انجمن ترقی اُردو کراچی نے متعدد ایڈیشن شائع کیے۔

۲۴۔ مولوی صاحب کی بڑی مفید تصنیف۔ اوّل بار ۱۹۱۴ء میں الناظر پریس لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ اب تک کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

۲۵۔ ممتاز محقق اور ادیب پیر حسام الدین راشدی (۱۹۱۱-۱۹۸۲ء)۔ انجمن ترقی اُردو کراچی کے محسنوں میں شمار ہوتے ہیں اور بابائے اُردو کے محبّ۔ متعدد سندھی، اُردو اور فارسی کتب کے مصنف و مؤلف۔

۲۶۔ کم و بیش سو سال پہلے کوڑی سکّے کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ تین پھوٹی کوڑیاں ایک کوڑی کے برابر ہوتی تھیں اور دس کوڑیاں ایک دمڑی کے برابر۔ گویا پھوٹی کوڑی سالم کوڑی سے بہ مراتب کم ہوتی تھی۔ گویا نہایت حقیر و کم مایہ شے سمجھی جاتی تھی۔

۲۷۔ ممتاز بیورو کریٹ اور معروف ادیب (۱۹۲۳-۲۰۰۰ء)۔ متعدد کتب کے مصنف جن میں تحریریں چند اور لکھتے رہے جنوں کی حکایات معروف ہیں۔*

۲۸۔ سیّد عین الدین شریک معتمد انجمن ترقی اُردو (کراچی)۔

۲۹۔ یعنی ڈاکٹر محمود حسین خان۔

۳۰۔ حکیم احسن جن کا ذکر پیچھے آ چکا ہے۔

۳۱۔ تفصیل کے لیے ر-ک ''انجمن ترقی اُردو کا المیہ''، ص ۴۸-۵۰

۳۲۔ زیرِ نظر مکتوب پر تاریخ درج نہیں اور سنہ ادھورا ہے۔ قیاس ہے کہ یہ خط دسمبر ۱۹۵۷ء کی کسی تاریخ کو لکھا گیا کیونکہ اس میں میاں بشیر احمد کے کسی ایسے خط کا ذکر ہے جس میں مولوی صاحب سے ''پیغام'' بھیجنے کی درخواست کی گئی تھی۔ مولوی عبدالحق نے انھیں جواباً ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو خط لکھا جس کا آغاز اس جملے سے ہوتا ہے: ''میاں صاحب! آپ کو کسی پیغام کی ضرورت نہیں۔ آپ کا کام خود آپ کا پیغام ہے۔'' ر-ک اُردوے مصفیٰ، ص ۲۵۵

۳۳۔ ممتاز ادیب اور بانی ایڈیٹر ہمایوں میاں بشیر احمد (۱۸۹۳-۱۹۷۱ء)۔ متعدد کتب کے مصنف۔ ترکی میں پاکستان کے سفیر رہے۔

۳۴۔ یعنی میجر آفتاب حسن (۱۹۰۹-۱۹۹۳ء)۔ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۵۹ء تک اُردو کالج کراچی کے پرنسپل رہے۔ مولوی عبدالحق سے بڑی پرخاش رکھتے تھے جس پر انجمن ترقی اُردو کا المیہ کے صفحات گواہ ہیں۔

۳۵۔ یعنی شعیب قریشی (۱۸۸۹-۱۹۶۲ء) ریاست بھوپال کے مشیر اور بعد ازاں وزیرِ تعلیم رہے۔ پاکستان کی جانب سے متعدد ممالک کے سفیر بھی رہے۔ مولوی عبدالحق کے بڑے قدردان اور معاون تھے۔ کراچی میں وفات پائی اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔

۳۶۔ دلّی میں مسلمانوں کے قتلِ عام اور اپنی شہادت کی اسی آرزو کا اظہار داؤد رہبر کے نام اپنے ایک مکتوب مؤرخہ ۳ر نومبر ۱۹۴۷ء میں بھی کیا ہے۔ ر-ک اُردوے مصفّٰی، ص ۲۸۴۔ داؤد رہبر کے نام یہ پورا خط پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے کہ یہ مولوی عبدالحق کی استقامت، قوتِ ایمانی اور ملّتِ اسلامیہ سے محبت کا مظہر ہے۔

۳۷۔ یعنی ترقیِ اُردو بورڈ۔ بعد ازاں اس کا نام اُردو لغت بورڈ رکھا گیا۔ بورڈ نے ۲۲ جلدوں پر مشتمل اُردو لغت چھاپا جو اپنی بعض فروگذاشتوں کے باوجود ایک بڑا کام ہے۔

۳۸۔ معروف ترقی پسند دانشور (م ۱۹۸۶ء)۔ انجمن ترقی پسند مصنّفین کے سرگرم اشتراکی رہنما۔ متعدد کتابوں مثلاً ماضی کے مزار، نوید فکر، موسیٰ سے مارکس تک وغیرہ کے مصنف۔

۳۹۔ سیّد مطلّبی فرید آبادی (۱۸۹۳-۱۹۷۸ء)۔ معروف ترقی پسند شاعر اور اشتراکیت کے حامی سیاسی رہنما۔ سیّد ہاشمی فرید آبادی کے چھوٹے بھائی تھے۔ ہریانہ کے علاقے میں کسانوں کی زندگی کا گہرا مطالعہ کیا اور متعدد مضامین لکھے۔ ہیّا ہیّا

* الطاف گوہر مرحوم اردو کے علاوہ درجن بھر انگریزی کتابوں کے بھی مصنف تھے۔ جن میں Ayub Khan, Pakistan's first military ruler, کو خاص شہرت حاصل ہوئی (ن ۔ م ۔ ع)

اور پنھاری دوشعری مجموعے اور منظوم ڈراما کسان رُت بھی ان سے یادگار ہیں۔ تقسیم کے بعد پاکستان آ گئے۔

۴۰ یعنی دو روزہ پاکستان رائٹرز کنونشن جس کے آخری دن (۳۱؍جنوری ۱۹۵۹ء) کی صدارت مولوی عبدالحق نے کی۔ اس اجلاس میں صدر ایوب خاں نے جو مولوی عبدالحق کے علمی کارناموں اور ادبی کاوشوں اور کوششوں کے بڑے مداح تھے، بہ طور خاص شرکت کی۔ مولوی صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں نفاذِ اُردو کے باب میں اپنا موقف بڑے اعتماد سے پیش کیا۔ یہ خطبہ بھی مولوی صاحب کی وسعتِ نظر کا مظہر ہے جس میں اُنھوں نے اور باتوں کے علاوہ عالمی زبانوں کی امہاتِ کتب کو اُردو میں ترجمہ کرنے کی ضرورت واضح کی۔ ر-ک خطباتِ عبدالحق (اشاعتِ ثانی ۱۹۶۴ء)، ص۶۱۱-۶۱۹۔

۴۱ ممتاز شاعر اور معروف نثر نگار جمیل الدین عالی (۱۹۲۵-۲۰۱۵ء)۔ متعدد شعری اور نثری مجموعوں کے خالق اور مصنف جن میں غزلیں دوہے گیت، جیوے جیوے پاکستان، اے مرے دشتِ سخن، طویل نظم انسان اور دُنیا مرے آگے، تماشا مرے آگے (سفرنامے) بہت معروف ہیں۔

۴۲ معروف مؤرّخ و محقق ڈاکٹر سیّد مُعین الحق (۱۹۰۱-۱۹۸۹ء)۔ اُردو کالج کراچی اور جامعہ کراچی سے وابستہ رہے نیز پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے معتمد رہے۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں اسلامی ہند کی معاشرتی و علمی تاریخ اور ذخیرة الخوانین وغیرہ معروف ہیں۔

۴۳ مراد شجاع احمد زیبا (۱۹۲۲-۱۹۹۵ء) ہیں۔ شاعر و ادیب تھے۔ کراچی کے کئی کالجوں کے پرنسپل رہے۔ مولوی عبدالحق کے معتمد ساتھی تھے۔

۴۴ نامور محقق، نقاد اور دانشور (۱۹۰۴-۱۹۸۶ء)۔ متعدد اعلیٰ پائے کی تنقیدی، تحقیقی اور فکری کتابوں کے مصنف۔ مولوی عبدالحق ہی کی طرح اُردو کے عاشقِ صادق۔ بعد وفات اُردو نگر لاہور کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

۴۵ مولوی عبدالحق نے یہ فکر افروز خطبۂ صدارت ۲۲؍فروری ۱۹۵۹ء کو لاہور میں دیا۔ خطبہ کیا ہے، انگریزی لسانی استعمار کے عاشق ہمارے بعض حاکموں کی ذہنی پستی کا نوحہ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اُردو کی روز افزوں وسعت اور ہمہ گیری کو بڑی خوبی سے نمایاں کیا ہے۔ تفصیل کے لیے ر-ک خطباتِ عبدالحق (۱۹۶۴ء)، ص۵۸۲-۵۹۸

۴۶، ۴۷، ۴۸ اس خط پر سنہ درج ہے مگر مبہم یعنی ۱۹۵ء (دراصل یہ چھپے ہوئے پیڈ پر چھپا ہوا ہے۔ مولوی صاحب نے اسے کاٹنے اور صحیح سنہ لکھنے کا اہتمام نہیں کیا)۔ میرا گمان ہے کہ یہ مکتوب ۱۸؍دسمبر ۱۹۶۰ء کا لکھا ہوگا۔ یعنی وفات سے کم و بیش ایک سال پہلے کا۔ ایوب خاں نے امریکہ کے تین دورے کیے جن میں پہلا دورہ ۱۱؍جولائی ۱۹۶۱ء کا تھا۔ مولوی صاحب کی مبینہ تاریخ اس سے میل نہیں کھاتی۔

۴۸ مولوی صاحب کا اشارہ اپنے معروف کتابچے اُردو کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام کی طرف ہے جس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ اہم مقالہ اولاً ۱۹۳۳ء میں کتابی صورت میں شائع ہوا۔

۴۹ مراد ہے مخطوطہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ (فخر دین نظامی) جس کا اولین تعارف مولوی عبدالحق ہی کے بامراد قلم سے ہوا۔ بعد میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے اسے بہت سلیقے سے ۱۹۷۳ء میں انجمن ترقی اُردو کے زیرِ اہتمام شائع کیا۔

۵۰ صحیح: فخر دین

۵۱ جمیل جالبی نے تخت نشینی کے سنین ۸۳۹ھ-۸۶۲ھ لکھے ہیں۔ ر-ک مثنوی کدم راؤ پدم راؤ، ص ۲۶۸۔ مولوی صاحب نے سہواً ہجری کی جگہ عیسوی کی علامت درج کی ہے۔

۵۲ سہارا۔

۵۳ یعنی مکٹ، تاج۔
۵۴ غنی
۵۵ صحیح: کھڑک راؤ یعنی تلوار کا دھنی۔ ''نیاؤ'' کے ساتھ ''دار'' کا قافیہ یوں بھی درست نہیں۔ جمیل جالبی صاحب نے ''راؤ'' ہی لکھا ہے۔
۵۶ محبت کرنے والا۔
۵۷ سہارا۔